نشاۃِ اسلامیہ کا علمبردار علمی و دینی ماہنامہ

سرپرست

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق مدظلہ

اے بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر رہائش ـ ۰

فون نمبر دارالعلوم ـ ۴

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ ۱۵/ روپے ـ فی پرچہ ایک روپیہ ۵۰ پیسے

بیرون ملک بحری ڈاک ایک پونڈ ، ہوائی ڈاک دو پونڈ

جلد نمبر : ۱۳

شمارہ نمبر : ۳ ، ۴

۱۵ دسمبر ۱۹۷۷ء تا ۱۵ جنوری ۱۹۷۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

یکم جنوری ۱۹۷۸ء کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے اپنی ایک نہایت اہم پریس کانفرنس میں اعلان کیا کہ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کو اختیار دے دیا گیا ہے کہ وہ قرآن و سنت کے منافی کسی قانون کو کالعدم قرار دے سکتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ وزارت قانون اسوقت تمام مروجہ قوانین کو اسلام کے مطابق بنانے کیلئے جائزہ لے رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملکی قوانین کو اسلام کے مطابق بنانے کے علاوہ معیشت یا تعلیم اور معاشرت جیسے شعبوں کو بھی اسلامی شکل دی جائیگی۔ اس پریس کانفرنس میں جنرل صاحب نے مدارس دینیہ کے نصاب تعلیم کے بارہ میں بھی اظہار خیال فرمایا۔ اور کہا کہ دینی مدارس کو حکومت قومی تحویل میں لینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ مگر ان کی سرپرستی اور مدد حکومت کی ذمہ داری ہے۔ انہوں نے آگے چل کر مزید ارشاد فرمایا کہ دینی مدارس کو صرف ملاؤں تک محدود نہیں رہنا چاہیئے۔ بلکہ علماء کو ان مدارس کا نصاب تبدیل کر کے اسے موجودہ دور کی ضروریات کے مطابق بنانا چاہئیے۔ اور طلباء کو سائنس تاریخ جغرافیہ اور دوسرے علوم پڑھائے جائیں۔ جنرل صاحب کی تیسری غور طلب بات یہ بھی کہ حکومت زکوٰۃ اور عشر کے نظام نافذ کرنے پر بھی غور کر رہی ہے۔ (نوائے وقت۔ ۲ر جنوری ۱۹۷۸ء)

جنرل صاحب نے زمام اقتدار سنبھالتے ہی ملک کی اصلاح اور بقاء کیلئے اسلامی نظام حیات اور اہم اسلامی تبدیلیوں کی ضرورت کا بار بار اعلان فرمایا ہے۔ اور اس سلسلہ میں ان کے بعض اقدامات قابل تحسین ہیں۔ اعلیٰ عدالتوں کو قرآن و سنت کے منافی قوانین کو کالعدم قرار دینے کا اختیار دیدینے کا موجودہ فیصلہ بھی نہایت دور رس

اور مؤثر نتائج کا حامل قرار دیا جا سکتا ہے۔ اب تک ہر حکومت نے زبانی حد تک اسلامی
قانون سازی کی ضرورت کا اظہار کیا۔ تحقیقاتی اور مشاورتی ادارے اور کونسل
بھی قائم ہوئے۔ آئین کی دفعہ ۲۲۷ میں بھی اعلان کیا گیا۔ کہ تمام قوانین کو کتاب سنت
کے سانچہ میں ڈھالا جائے گا۔ مگر جیسا کہ معلوم ہے۔ عملاً میدان میں کوئی پیش رفت
نہ ہو سکی۔ اور ایسے سارے دعاوی محض نمائشی اور لفاظی کا ذریعہ بنائے گئے تھے۔
اعلیٰ عدالتیں اس سلسلہ میں بے بس رہیں اور کوئی دردمند شخص کچھ کرنا بھی چاہتا تو وہ
مجبور تھا۔

موجودہ حکومت نے اس فیصلہ کی شکل میں اسلامی قانون سازی کے بارہ میں عملاً ایک
قدم تو اٹھا لیا جس پر جنرل صاحب موصوف ملت مسلمہ کی طرف سے یقیناً مبارکباد
کے مستحق ہیں۔ مگر ملک کی اعلیٰ عدالتیں اس فیصلہ کو کس طرح عملی جامہ پہنا سکیں
گی۔؟ تادم تحریر اس کا طریق کار واضح نہیں ہو سکا۔ موجودہ شکل میں یہ فیصلہ
اگر ایک طرف خوش آئند ہے۔ تو دوسری طرف اسلامی قانون سازی اور قانون پر
عملدرآمد کا کام نہایت افراتفری کا شکار ہو کر رہ سکتا ہے جس کی طرف ایک ریٹائرڈ
چیف جسٹس نے بھی اپنے بیان میں اشارہ کیا ہے کہ کس قانون کے بارہ میں کہ آیا یہ اسلامی
ہے۔ یا غیر اسلامی؟ اور یہ کہ قرآن و سنت کے کون سے تقاضوں کی بنیاد پر اسے اسلامی
قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور کونسی اسلامی اور فقہی شرائط اسے اسلامی بنا سکتی ہیں۔؟
اور اگر کسی اعلیٰ عدالت میں کسی وکیل نے اعتراضات اٹھائے اور ان قوانین کا
سہارا لیا۔ جو اینگلو محمڈن لاء کے نام سے اس ملک میں برطانوی دور سے مسلم لاء کے نام
پر رائج ہیں۔؟ تو عملدرآمد کے موجودہ مبہم اور غیر واضح صورت حال ہیں۔ ان سوالات
کا جواب کیا ہوگا۔ پھر یہ بات بھی قطعی طور پر واضح ہے۔ کہ کسی بھی کام کو حسن و خوبی

سے انجام دینے کیلئے فنی اہلیت اور استعداد کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسا کہ کوئی جج یا وکیل کسی مقدمہ میں انصاف کے تقاضے تب پورا کر سکتا ہے۔ کہ اسے مروجہ عدالتی نظام اور قوانین پر عبور حاصل ہو۔ ٹھیک اسی طرح کسی قانون کا اسلامی یا غیر اسلامی تشخص کرنا اور اسے اسلامی سانچہ میں ڈھالنا بھی قرآن و سنت اور شریعت اسلامیہ کے تمام ماخذ پر مکمل عبور فقہی مہارت اور اہلیت کے بغیر ممکن نہیں پھر بدقسمتی سے ہمارے انگریزی دان طبقہ میں ایک معقول تعداد ایسے لوگوں کی ہے۔ جو اسلامی قانون کے بنیادی مآخذ یا ان میں سے کسی ایک ماخذ یا اسلامی اقدار اور اسلامی تعزیرات و حدود کے بارہ میں ارتیاب و تذبذب اور غیر یقینی کیفیت کا شکار ہے کسی کا دل و دماغ اب تک یہ اٹل حقیقت تسلیم نہیں کر سکا۔ کہ اسلام میں موجودہ دور کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔؟ کسی کو حدیث کی تشریعی حیثیت پر اطمینان نہیں اور بعض اذہان بدقسمتی سے اب بھی ایسے موجود ہیں۔ جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا آخری تشریعی نبی تسلیم نہیں کرتے؟ کسی کا ذہن اسلام کے ساتھ سوشلزم، کمیونزم امپیریل ازم یا اپنے خود ساختہ دیگر مزعومات کا لیبل چسپاں کئے بغیر اسلام کی ابدیت اور جامعیت تسلیم کرنے کا روادار نہیں۔؟ اس بناء پر مجوزہ اقدام (عدالتوں کو اختیار دینے) کے ساتھ ساتھ کسی ایسے واضح اور ٹھوس طریق کار کا اعلان بھی کیا جائے جس سے ان خدشات کا قلع قمع ہو سکے۔ اور اسلامی قانون سازی کا کام انتشار اور افراتفری کا شکار ہوئے بغیر تیزی سے تکمیل پذیر ہو سکے۔

اس سلسلہ میں بعض حضرات کی طرف سے ہر عدالت میں اس وقت تک ایک مفتی کے تقرر کا مطالبہ سامنے آچکا ہے جب تک اعلیٰ عدالتوں کے وکلاء اور جج صاحبان فقہ سے پوری واقفیت حاصل نہ کریں۔ پاکستان قومی اتحاد کے صدر اور

جمعیۃ العلماء اسلام کے سربراہ مولانا مفتی محمود صاحب نے بھی مطالبہ کیا ہے۔ کہ نہ صرف
اعلیٰ عدالتوں بلکہ ملک کی تمام عدلیہ میں سول عدالت سے لیکر اعلیٰ عدالت تک
فقہ اسلامی کے ماہرین کا تقرر کیا جائے یہ سنا ہے کہ موجودہ اسلامی مشاورتی کونسل
بھی اس سلسلہ میں تجاویز مرتب کر رہی ہے۔ عدالتی عدلیہ کی رہنمائی کیلئے اس عظیم
اور نازک کام میں مدد دینے کیلئے کوئی موثر تجویز زیر عمل آجاتے۔ تاکہ جلد از جلد اسلامی
قوانین کی ترویج ہو سکے۔ ہمارے ناقص خیال میں اس کام کے تحفظ اور عملی اجراء کیلئے
کسی ایک فقیہ یا مفتی کا تقرر کافی نہیں۔ جبکہ اس وقت کوئی عدالت کسی بھی مفتی کے
فتووں اور کسی بھی مشاورتی کونسل کے مشوروں کی اپنے آپ کو پابند نہیں سمجھتی۔ بلکہ
حکومت کو چاہئے۔ کہ ملک کی اعلیٰ عدالتوں سپریم کورٹ اور ہائی کورٹوں میں
اس مقصد کیلئے فقہ اسلامی پر مکمل عبور رکھنے والے ماہر فقہاء اور قرآن و سنت
اور اس کے متعلقہ علوم کے جید علماء پر مشتمل سپیشل بنچ تشکیل دے ان خصوصی
بنچوں میں شامل ارکان کسی بھی عدالت کے ججوں سے کم حیثیت نہ رکھتے ہوں۔
اور اعلیٰ عدالتیں ان خصوصی بنچوں کے تعاون اور رہنمائی سے تمام قوانین کا جائزہ
لیکر منافی اسلام قوانین کو کالعدم قرار دیں اس طرح اعلیٰ عدالتوں کے کام میں بھی
آسانی آجائے گی۔ جبکہ موجودہ شکل میں کسی ایک قانون کا جائزہ لینے کیلئے مدت
درکار ہوگی۔ غالباً ۱۹۵۳ء میں ۳۳ مکتب فکر کے جید علماء نے جو دستوری خاکہ متفقہ
طور پر پیش کیا تھا۔ اس میں بھی اعلیٰ عدالتوں کو ایسے اختیارات کے ساتھ ساتھ قرآن و
سنت کے ماہرین پر مبنی خصوصی بنچوں کی تشکیل کا بھی مطالبہ کیا گیا تھا۔ اب جبکہ ہماری
موجودہ حکومت نے اس تاریخی اور اہم کام کو انجام دینے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ تو انہیں
ان سارے تقاضوں اور دور اندیشیوں کو ملحوظ رکھ کر ایسا واضح اور موثر طریق کار
وضع کرنا چاہئے جو حقیقی معنوں میں ملک کو غیر اسلامی قوانین سے نجات دلادے۔

درمیان میں قوانین و تعزیرات شرعیہ کا اجراء عمل میں آسکے۔ اس سلسلہ میں عدلیہ میں اسلامی قوانین کے نفاذ کو جلد عملی شکل دینے کی صورتوں کے بارے میں اگر ماہرین قانون اور ماہرین شریعت اسلامیہ کا ایک اجلاس بلایا جائے تو اور بھی بہتر ہوگا۔ بدقسمتی سے سالہا سال سے اس مقصد کیلئے قائم اسلامی مشاورتی کونسلوں نے بھی اس سلسلہ میں کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام نہیں دیا نہ قانون کی وزارتوں نے، جو آئینی اعلیٰ عدالتوں کے لئے ممد و معاون بن سکے۔

موجودہ اسلامی کونسل پر عوام کا اعتماد ہے۔ مگر عملاً کونسل کے فیصلے بھی مشوروں تک محدود ہیں۔ اور کوئی بھی حیثیت حاکمہ یا عدالت انہیں تسلیم کرنے کی قانوناً پابند نہیں۔ مذکورہ انقلابی اقدام کیلئے ضروری ہے۔ کہ کونسل کے فیصلوں کو آئینی تحفظ دیا جائے۔ اور کونسل کے ساتھ ساتھ وزارت قانون کو بھی کسی مقررہ وقت کا پابند بنا دیا جائے۔ جو اس میعاد کے اندر اندر تمام قوانین کو اسلامی بنانے کی تجاویز اور رپورٹ پیش کرے۔

جہاں تک مدارس عربیہ کے نصاب کے بارہ میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے تاثرات کا تعلق ہے۔ تو ہمیں افسوس ہے۔ کہ ان کے ریمارکس سے مدارس عربیہ اور علوم دینیہ سے وابستہ حضرات نے کچھ خوشگوار تاثر نہیں لیا۔ "ملاؤں" کی پھبتی جنرل صاحب موصوف کی کسی بدنیتی اور سوء فہمی کی شاہکار اگرچہ نہیں۔ مگر اتنا کہا جا سکتا ہے۔ کہ موجودہ نصاب اور مدارس دینیہ کے بارہ میں ان کے احساسات وقت کے عام پروپیگنڈے کا شکار ہیں۔ اور تصویر کا مکمل رخ ان کے سامنے نہیں۔ مدارس دینیہ کا بنیادی مقصد دین متین کے تحفظ اور اسکا فروغ و اشاعت ہے۔

یہاں سے فارغ ہونے والوں کا مقصد بنیادی طور پر قرآن و حدیث اور اسلامی علوم پر دسترس حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اور یہ سر پھرے زندگی کے تمام لمحات میں ملّتِ اسلامیہ کے تحفظ، بقاء اور صلاح و فلاح کو اوّلین و آخرین مقصد سمجھتے ہیں۔ اسلامی نظامِ حیات کے لئے ان کی قربانیوں سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔ ان قربانیوں ہی کی بدولت جنرل صاحب کو ملک و ملّت کی بقاء کیلئے تاریخی رول ادا کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ اگر انہیں ملا کہہ کر قرآن و سنّت اور ان سے متعلقہ علوم کے عظیم اور ضخیم بارِ گراں کے ساتھ عصرِ حاضر کے تمام مروّجہ علوم کا بھی زیرِ بار کیا جائے تو غالباً یہ لوگ کسی بھی ایک کام کا بوجھ نہ سنبھال سکیں۔ مدارسِ دینیہ کے نصاب میں مفید انقلابی تبدیلیوں کی ضرورت کا احساس جتنا بھی صحیح کیوں نہ ہو۔ مگر قدیم و جدید کی اس دوئی کو ختم کرنے کیلئے سب سے پہلے ملک کے ان لاکھوں نوجوانوں کی طرف توجہ دی جائے جو سکولوں کالجوں یونیورسٹیوں میں عمرِ عزیز کا ایک اہم حصّہ گزار کر بھی اپنے دین اپنے ورثہ اپنی تہذیب اور ثقافتِ اسلامی کے بارہ میں عموماً صفر ہوتے ہیں۔ انکی اسلامی تہذیب و ثقافت اور ان کے نظام و نصابِ تعلیم میں اسلامی انقلاب کے بعد ہی اس ملک کے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

جنرل صاحب! ہماری یہ خواہش ہے۔ کہ یہ اربوں روپے لٹانے والے تعلیمی ادارے ملک کیلئے "مسٹروں اور دیسی انگریزوں" کے دساور کرنے کی فیکٹریاں نہ ہوں۔ بلکہ اس سے ایسے لوگ نکلیں جو سب کچھ ہونے کے ساتھ ساتھ عالم اور مومن بھی ہوں۔ اور جو آپ کے حسین اسلامی انقلاب کے اقدامات کو جلد از جلد کامیابی سے ہمکنار کر سکیں۔ "ملا" بیچارہ کے دعواتِ نیم شبانہ تو اب بھی اسلامی انقلاب کیلئے آپ کے ساتھ ہیں۔

سمیع الحق

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

دعوات عبدیت حق

ضبط و ترتیب : ادارۂ الحق

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ

غیر مطبوعہ خطبات

اسلام کی عمارت

عقیدہ اور اعمال

خطبۂ جمعۃ المبارک ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) عن عبد اللّٰہ بن عمرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمد الرسول اللّٰہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان ۔ (او کما قال علیہ السلام) ۔

محترم بزرگو! یہ حدیث مبارک بخاری شریف کی حدیث ہے اور اس میں اسلام اور ایمان کے بنیادی امور بیان ہوئے ہیں ۔ ایک شخص کہے کہ میں مسلمان ہوں مومن ہوں اور میں نے اسلام کا محل اسلام کا قصر اپنے لئے بنا رکھا ہے ۔ تو وہ اپنے آپ کو اس حدیث کے معیار پر پرکھ لے کہ اس حدیث میں جو امور ذکر ہیں اس میں موجود ہیں یا نہیں ۔ ؟ اگر یہ امور نہ ہوں تو سمجھو کہ برائے نام اور رسمی مسلمان ہے ۔ اور اگر یہ امور ہوں تو خدا کی حمد و شکر ادا کرے کہ الحمد للہ کہ اسلام تو ہے ——— اور آج یہ حقیقت ہے کہ ہم اسلام کے بنیادی امور سے اور اسلام کے الف باء سے بھی خبر نہیں ہیں ۔ اسلام کسے کہتے ہیں ؟ اسلام کیا چیز ہے اسلام کن اعمال و افعال سے انسان میں موجود اور متحقق ہوتا ہے ۔ ؟ ان باتوں سے ہم بالکل غافل ہیں ۔

حضور اقدسؐ فرماتے ہیں کہ ——— بنی الاسلام علی خمس ——— اسلام کو ایک خیمہ سے ایک مکان سے ایک قصر سے تشبیہ دی کہ جیسے خیمہ میں مکان میں انسان باد و باراں گرمی سردی سے محفوظ رہتا ہے ۔ باہر کے دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہتا ہے ۔ تو حفاظت کا ایک بڑا ذریعہ دنیا میں مکان ہے ، تو جب اسلام کے قصر میں داخل ہو گئے اسلام کا مکان بنوا لیا تو دنیا میں بھی کامیاب و محفوظ اور آخرت کے عذاب سے جہنم کے عذاب سے وہاں کی سردی و گرمی سے اس مکان کے ذریعہ بچ جائیں گے ——— اور گویا یہ بھی فرمایا اس تشبیہ کے ذریعہ کہ جیسا کہ خیمہ کے درمیان ایک ستون عمود کہلاتا ہے ۔ جس پر وہ سارا خیمہ کھڑا ہوتا ہے اور چاروں اطراف خیمے کی رسیاں کنڈے اور میخ ہوتے ہیں جس سے وہ بندھا رہتا ہے ۔ اسطرح

ہمارے مکانات میں ایک درمیانی ستون اور شہتیر ہوتا ہے۔ اور دوسرے چاروں طرف کی دیواریں۔ تو اگر ایک دیوار نہ ہو تو وہ جانب گر جائے گا۔ چاروں طرف کی دیوار نہ ہو ویسے سائبان اور خیمہ تو ہوگا مگر انتفاع کے قابل نہ ہوگا۔ اگر ایک طرف کسی گوشہ میں نقص ہوگا۔ باقی درست بھی ہوں مگر وہ جانب ناقص رہے گا۔ تو ہم اور آپ تو دنیا کے مکانات کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ کسی گھر کا ایک کونہ بھی ٹوٹ جائے تو پھر آرام نہیں آتا کہ بارش آندھی آجائے تو اس کونہ سے نقصان پہنچے گا۔ اور جب تک وہ شگاف اور نقص ٹھیک نہ ہو تو ہم آرام نہیں کرتے۔ اسی طرح اسلام کا بھی ایک تو بنیادی ستون ہے جس پر اسلام کا نفس وجود قائم ہے۔ اور چاروں طرف چار ایسے امور ہیں اور اعمال ہیں جس پر سارا خیمہ ایستادہ ہوگا۔

حضرت حسن بصری کی مشہور شاعر فرزدق سے ایک جنازہ میں ملاقات ہوئی تو بات چیت ہوئی حضرت حسن نے اس سے پوچھا بھائی موت تو حق ہے۔ تم بھی مروگے، یہ تو بتلا دو کہ تم نے آخرت کے اس سفر کے لئے کیا کچھ تیار کر رکھا ہے۔ یہ دن تو سب پر آنے والا ہے۔ آج کسی کے جنازہ میں شریک ہیں تو آج یا کل یہی حالت ہماری بھی ہونے والی ہے۔ تو اس کیلئے کچھ تیاری کی ہے۔؟ فرزدق رحمۃ اللہ نے عرض کیا کہ ـــــ شهادة ان لا اله الا الله وان محمد الرسول الله ـــــ تو ہے مگر اور تو کچھ نہیں یہ کلمہ شہادت حاصل کر لیا ہے ـــــ تو حسن بصری نے کہا ـــــ هذا العمود ـــــ یہ تو خیمہ کا درمیانی ستون ہوگیا۔ اس کے اوتار اور رسیاں کدھر گئیں۔؟ خیمہ تو اس پر کھڑا نہیں رہ سکتا اس سے تو فائدہ تب حاصل کر سکوگے کہ چاروں طرف رسیاں ہوں کیلوں سے باندھا ہو، مضبوط ہو تب اندر جا کر آرام حاصل کرنے کے قابل ہوگا۔ فرمایا : فما الاوتاد وما الاطناب ـــــ؟ اس عمارت کی رسیاں اور کیل کہاں گئے۔ صرف شہادت تو عمود ہے۔ مگر اس سے تو گھر قابل انتفاع نہیں ہو جاتا، چاروں طرف سے کمرہ اٹھانا ہوگا، تو فرزدقؒ خاموش ہوگئے۔

میرے بھائیو! یہ بنیادی عمود تو کلمہ شہادت ہے۔ مگر اس میں اتنا یاد رکھئے کہ کلمۂ شہادت کا بھی کم از کم معنی اور مفہوم ہمیں معلوم ہونا چاہئے۔ دیکھو یہ اشهد ان لا اله الا الله۔ یہ شہادت یہ ترجمانی ہے دل کی اور ما فی الضمیر کی۔ تمہارے دل کے اندر کیا ہے، کون سا ایمان اور کونسا یقین کون سا تسلیم و انقیاد تیرے دل میں ہے۔؟ تو اس شہادت میں اس یقین کا اظہار ہے کہ اللہ معبود برحق ہیں اس کا کوئی شریک نہیں، دل میں یقین ہے۔ کہ حضورؐ اللہ کی جانب سے رسول برحق ہیں اور دل میں ہے کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کی غلامی اور بندگی نہیں کروں گا، اور اسی طریقہ پر چلوں گا جو طریقہ اور تدبیر عبادت کا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا ہے ـــــ یہ دل کی بات ہے دل کا عقیدہ ہے۔ اگر دل میں یہ نہ ہو تو ایمان نہیں اب دل

کے اس مخفی مضمون کی تعبیر اس کلمہ شہادت سے کلمہ طیبہ سے کرتے ہیں ۔ اشہد — میں اعتراف کرتا ہوں میں گواہی دیتا ہوں، میرا دل اس کا قائل ہے کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہی میرا خالق ہے وہی رازق ہے وہی مالک ہے وہی نفع دیتا ہے، وہی عزت اور وہی ذلت دیتا ہے، وہ سب کچھ کرتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں ایک خدا ہی خالق ہے، کارساز بھی وہی ہے، عزت و دولت دینے والا بھی وہی ہے، اور دل میں یہ ہے کہ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے بھیجا ہے ۔ اور خدا نے ان کو اپنی طرف سے قانون ہدایت بندوں کے لئے دیا ہے اور میں ان کے ہر حکم کا فرمانبردار ہوں ہر حکم بلا چوں وچرا مانوں گا ۔ شریعت کی رسی اور میری گردن ہوگی ۔ دل کا یہ سبق کلمہ کے ذریعہ زبان سے ظاہر کرتا ہے ۔

—— تو بھائیو! جس کے علم میں یہ بھی نہ ہو کہ میرے دل میں ہے کیا اور میں کلمہ شہادت سے کس مفہوم کی ترجمانی کرتا ہوں ۔ یا دل میں کچھ اور زبان سے شہادۃ ان لا الہ الا اللہ کہے تو اس زبانی دعوی سے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا — اللہ تعالیٰ نے حضورؐ سے فرمایا :

اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد	جب منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم شہادت
انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله	دیتے ہیں کہ تو اللہ کا رسول ہے اور اللہ تعالیٰ
والله يشهد ان المنافقين لكذبون.	جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ہے اور اللہ تعالیٰ

گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق اپنے اس دعویٰ اور گواہی میں جھوٹے ہیں ۔

یہ منافق آکر بڑے بڑے دعوے اور واضح کلمات اور فصاحت و بلاغت سے کلمہ پڑھتے تھے ۔ مگر نشہد انك لرسول اللہ کا تقاضا تو یہ ہے کہ دل کی بات کا اظہار کرتا ہوں، اب ان کے دلوں میں تو یہ بات تھی نہیں منافق تو اسلام کو دل سے حق نہیں سمجھتا وہ تو کہتا ہے کہ کمیونزم حق ہے ۔ سوشلزم حق ہے، اشتراکیت حق ہے، دل میں تو ان چیزوں کو حق سمجھتا ہے اور زبان سے کلمہ پڑھتا ہے بھی تو اس لئے کہ مسلمانوں کی جماعت سے نہ نکال دیا جاؤں ۔ مدینہ کے منافق یہ سمجھتے تھے کہ مدینہ میں مسلمانوں کا زور اور غلبہ ہے، پھر تو ہمیں کوئی غنیمت میں حصہ نہیں دے گا ۔ شہر سے نکال دئے جائیں گے ۔ تو اس وجہ سے ظاہراً کلمہ پڑھتے تھے، ان کا دل زبان سے موافق نہیں تھا، اور زبان دل کی ترجمان نہیں تھی ۔ تو اللہ نے فرمایا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں ۔ شہادت کا معنی تو زبان کی موافقت دل کے ساتھ ہونا ہے ۔ اور منافقوں کی زبان دل کے موافق نہیں، اور نفس الامر میں حقیقت میں قلب میں وہ اعتراف ویقین اور تسلیم نہیں، تو لکذبون بیشک یہ لوگ قطعی جھوٹے ہیں — تو جب

مسلمان کلمہ پڑھتے ہیں تو دل میں یہ مفہوم اور یہ معنی لائیں کہ اے اللہ میں گواہ ہوں کہ دوسرا معبود لائق عبادت سوائے تیرے کوئی نہیں۔ تو وحدہ لاشریک لہٗ ہے اور محمد الرسول اللہ آپ کے رسول ہیں اور میں ہر حکم کی تابعداری اور انقیاد کروں گا۔ تو ایمان قائم ہوگیا۔ اب جن غریبوں کا یہ حال ہے کہ انہیں کلمہ شہادت بھی نہ آئے یا ان الفاظ کا مطلب و مفہوم بھی معلوم نہ ہو، تو تم بتلاؤ کہ ان کی بنیاد اور عمود ہی سالم ہے یا نہیں۔؟

—— اور تجربہ کر لو گلی کوچوں میں دیہات میں بازاروں میں یا جب کبھی نکاح پڑھواؤ اور اس سے کلمہ سنوا دو تب پتہ چلے گا کہ کلمہ کیسے پڑھتے ہیں۔؟ تو یہ بات کہ کلمہ شہادت ہے کیا اور اس سے کس بات کی ترجمانی ہوتی ہے۔ یہ تو بہت بڑی بات ہے —— تو اسلام کی پہلی بنیاد کلمہ شہادت ہے۔ اسے سیکھ لو اور صرف الفاظ نہیں بلکہ تمہاری زبان تمہارے دل کی تعبیر کرنے والی بن جائے۔ اب یہ تعبیر زبانی شہادت کہلائے گی اور اس کلمہ شہادت کا مقصد اظہار عقیدہ ہے، ترجمانی ہے عقیدہ کی —— اور اتنا یاد رکھئے کہ عقیدہ کے لحاظ سے ایک شخص لاالہ الااللہ کہدے، مگر محمد الرسول اللہ یہ عقیدہ نہیں تو کافر ہے اور جو محمد الرسول اللہ کہدے مگر لاالہ الااللہ نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ دونوں باتوں پر ایک ساتھ یقین و اذعان کرو گے تب اسلام آئے گا —— اللہ واحد اور لاشریک لہٗ ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، سچے اور آخری نبی ہیں۔ ان دونوں کا اعتراف ایمان ہے۔ پچھلے زمانہ میں حضورؐ کے زمانہ میں بھی بعض لوگ ان میں سے ایک بات کو مانتے دوسری کو نہیں۔ تو اللہ نے فرمایا :

والذین یفرقون بین اللہ ورسولہ — جو لوگ اللہ اور اس کے رسول میں تفریق کرتے ہیں
ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض۔ — اور کہتے ہیں کہ بعض پر ایمان لائیں گے اور بعض پر نہیں۔

جیسا کہ آج بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب دین کو تنگ کر بیٹھے ہو، بس جو لاالہ الااللہ کہدے آسے مسلمان کہا کرو۔ محمد الرسول اللہ مانے یا نہ مانے انہیں خاتم النبیین سمجھے یا نہ سمجھے اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔؟ دین کا دائرہ اتنا کیوں تنگ کرتے ہو اور پھر یہ بھی کہدیتے ہیں کہ —— من قال لاالہ الااللہ دخل الجنۃ۔ بس جس نے لاالہ الااللہ کہدیا جنت میں داخل ہوگا —— تو طلباء سے عرض کر دوں کہ اب بھی یہ سمجھتے ہیں کہ لاالہ کہدیا محمد الرسول اللہ کی ضرورت بھی نہیں لاالہ کہدو اور جنت داخل ہو جاؤ تو ایسے لوگوں کے بارہ میں اللہ نے خود فیصلہ دے دیا ہے۔ کہ والذین یفرقون بین اللہ ورسولہ —— جو لوگ اللہ اور اس کے رسول میں تفرقہ پیدا کرتے ہیں کہ اللہ کو مانیں گے رسول کو نہیں —— ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض۔ ایک پر ایمان ایک پر کفر —— بعض کو مان لیں گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دو تو خدا کہتا ہے :

اولئک ھم الکفرون —— یہ تو ایسا ہے کہ پاکستان کو تو مانیں گے مگر اس کے وزیر اعظم کو نہیں مانیں گے۔

وزیر اعلیٰ نہیں مانیں گے آئین و دستور نہیں مانیں گے تو ایسے شخص کو گولی سے مار دیں گے یا نہیں، تو یہ کہتا کہ خدا کو مانیں گے اور اس کے رسول کو نہیں مانیں گے۔ جو اس نے بھیجا ہے، تو اس طرح جب خدا کی کتاب خدا کا حکم خدا کا قانون نہیں مانو گے۔ تو اللہ کو کس طرح مان لیا۔ یہ عجیب ہے کہ صرف خدا کو ماننا کافی ہو جاتا ہے، جبکہ خدا تو کہتا ہے کہ ھم الکفرون حقاً۔ بیشک اللہ اور رسول میں تفریق کرنے والے بلاشبہ کافر ہیں اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ حدیث میں ہے کہ ـــ من قال لاالہ الااللہ دخل الجنّۃ ـــ کہ صرف لاالہ الااللہ کہنے سے جنّت کا داخلہ مل جائے گا۔ تو ایک نقطہ یاد رکھیں کہ توحید کا جہاں بھی عنوان اور تعبیر شارع نے لفظ شہادت سے کیا وہاں محمد الرسول اللہ بھی ضرور بالضرور ذکر ہے۔ اس لئے کہ شہادت کا معنی اظہار عقیدہ ہے، باطن کی ترجمانی کرنا یہ معنی ہے شہادت کا اور باطن میں جب تک خدا اور رسول دونوں پہ ایمان نہ ہو تو وہ کافر ہے۔ تو تمام احادیث دیکھ لو۔ جہاں عنوان اشہد اور شہادت کا ہے تو وہاں لاالہ الااللہ کے ساتھ محمد الرسول اللہ بھی ہے، عقیدہ ہے تو اس میں دونوں لازمی ہوتے ہیں اور جہاں عنوان شہادت کا نہیں اور شارع نے کلمۂ شہادت سے تعبیر نہیں کی وہاں مقصد صرف ذکر ہے وہ عقیدہ نہیں اگرچہ احتمال عقیدہ کا بھی ہو سکتا ہے۔ مگر وہاں اجمالی ذکر الٰہی بھی کافی ہے۔ من قال لاالہ الااللہ۔ میں لاالہ الااللہ ذکر ہے۔ لاالہ الااللہ۔ لاالہ الااللہ خدا کی یاد ہے ذکر کا مطلب یہ ہے کہ خدا کا نام زبان سے بار بار لیں کہ اس نام کی برکات و انوار دل میں سما جائیں یہ تم جو سو دفعہ ہزار دفعہ لاالہ الااللہ کہتے ہو اذا تکرّر تقرر، تکرار سے ایک بات دل میں قرار پکڑ لیتی ہے، بار بار وہراؤ تو دل میں راسخ ہو جاتی ہے۔ تو اللہ اللہ ہزار دفعہ کہو تو زبان کی تکرار کی وجہ سے اس کی نورانیت اور اللہ کی عظمت دل میں راسخ ہو جائے گی ـــ تو ذکر کا مطلب یہ ہے کہ ذاکر اپنے قلب کو غیر اللہ سے منقطع کر دیتا ہے۔ پس ایسا شخص جنّت میں کیوں نہیں داخل ہوگا۔ بہر حال عقیدہ کے بعد اعمال ہیں۔ اقامۃ صلوٰۃ، رمضان کے روزے، زکوٰۃ کی ادائیگی اور فریضۂ حج ادا کرنا ان سب باتوں پر اسلام کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ صرف عقیدہ بھی کافی نہیں نہ صرف اعمال سبب نجات بن سکتے ہیں دونوں لازمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مکمل اسلام پہ عمل کی توفیق دے۔ آمین

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

جناب ریاض الحسن نوری ۔ لاہور

قسط ۳

کیا اب بھی مذہب کا انکار ممکن ہے؟

انسانِ جدید اور مذہب

برٹرینڈرسل نے ایک مضمون لکھا جسکا عنوان ہے "میں کیمونسٹ کیوں نہیں ہوں" یہ مضمون ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا۔ اس میں آپ یوں رقمطراز ہیں :

In relation to any political doctrine there are two questions to be asked : (1) Are its theoretical tenets true ? (2) Is its practical policy likely to increase human hapiness ? For my part, I think the theoretical tenets of communism are false, and I think its practical maxims are such as to produce an immesurable increase in human misery ...... I have always disagreed with Marx. My first hostile criticism was published in 1896. But my objections to modern communsim go deeper than my objections to Marx." [1]

---

[1] دی بیسک رائٹنگز آف برٹرنڈرسل، ص : ۴۷۹، ۴۸۰

ترجمہ :- کسی سیاسی نظریہ کے متعلق دو سوالات پوچھے جاتے ہیں۔ ۱- کیا اس کے نظریاتی اصول درست ہیں۔؟ ۲- کیا اسکی حکمت عملی سے انسانی خوشی میں اضافہ ہوگا۔؟ جہاں تک میرا تعلق ہے، میرا خیال یہ ہے کہ کیمونزم کے نظریاتی اصول جھوٹے یعنی غلط ہیں۔ اور اس کے عملی اصول ایسے ہیں جو انسانی مصیبتوں اور پریشانیوں میں لامحدود اضافہ کر دیتے ہیں۔

کیمونزم کے نظریاتی اصول زیادہ تر مارکس سے لئے گئے ہیں۔ مارکس پر میرے اعتراضات دو قسم کے ہیں۔ ۱- یہ کہ وہ بیوقوف اور کوڑھ مغز (MUDDL-HEADED) تھا۔ ۲- اسکی تقریباً تمام کی تمام فکر کا محرک نفرت کا جذبہ تھا۔ اس کا "زائد قیمت" (SURPLUS VALUE) کا نظریہ جسکے متعلق یہ فرض کر لیا گیا ہے۔ کہ وہ سرمایہ دارانہ نظام میں ملازمین کے استحصال کو واضح کرتا ہے۔ دو طریقوں سے اخذ کردہ ہے۔ ۱- مالتھس کے نظریہ کے نظریہ آبادی کو مخفی طور سے تسلیم کر لینے سے جسکو مارکس اور اس کے سب شاگرد صاف طور سے رد کرتے ہیں۔ (ب) ریکارڈو کے "نظریۂ قیمت" کو مزدوریوں پر لاگو کرنے مگر تیار کردہ اشیاء کی قیمتوں پر لاگو نہ کرنے کے طریقہ کار سے۔ مارکس اس طریقہ کے نتیجے سے مکمل طور سے مطمئن ہے۔ وہ اس وجہ سے مطمئن نہیں کہ یہ طریقہ حقیقت کے مطابق ہے یا یہ سوچ منطقی طور سے مربوط ہے۔ بلکہ اس کا اطمینان اس وجہ سے ہے کہ اس کے ذریعہ مزدوروں میں طیش پیدا کیا جاتا ہے۔ مارکس کا یہ نظریہ کہ تمام تاریخی واقعات کا محرک طبقاتی آویزش تھی۔ کچھ ان خاص حالات کو جو انگلینڈ اور فرانس میں سو سال ہوئے نمایاں ہو گئے تھے۔ ان کو جلد بازی اور غلط طریقے سے کھینچ تان کر کے تاریخ عالم سے جوڑنے کے نتیجے میں پیدا ہوا۔ اس کا یہ عقیدہ کہ ایک کائناتی طاقت ہے جسکا نام "منطقی مادیت" (DILECTICAL MATERIALISM) ہے۔ وہ انسانوں کی کوششوں اور ارادوں کی پرواہ کئے بغیر تاریخ انسانی پر حکومت کرتی ہے محض ایک دیو مالائی واہمہ ہے۔ اسکی نظریاتی غلطیوں سے زیادہ فرق نہ پڑتا مگر اس حقیقت کی وجہ سے کہ ٹراٹسکی اور کارلائل کی مانند اسکی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ اس کے دشمنوں کو سزا مل جائے اور وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ کہ اس عمل میں اس کے دوستوں پر کیا بیت جائے۔ [1]

---

[1] یہی وجہ ہے کہ کیمونزم سے غریبوں اور مزدوروں ہی کا زیادہ کشت و خون ہوا اور ان ہی پر زیادہ مصیبتیں آئیں۔ یورپ کی مثال انگریزی مقولہ کے مطابق یوں ہے کہ کڑاہی سے نکلا تو آگ میں گرا۔ یورپ میں بادشاہوں، لیڈروں، پادریوں اور سرمایہ داروں نے جو ظلم کئے ہیں ان کو پڑھ کر بھی لرزہ آتا ہے۔ ان مظالم نے یورپ میں مذہب کو بدنام کیا۔ مثلاً رسل لکھتا ہے کہ سپین کے عیسائی میکسیکو اور پیرو کے مقامی بچوں کو دینے کے فوراً ہی بعد ان کا سر کچل کر مار ڈالتے تھے۔ یہ طریقہ وہ انکو سیدھا جنت میں بھیجنے کے لئے استعمال کرتے تھے۔ ("میں عیسائی کیوں نہیں ہوں" - مصنفہ برٹرنیڈ رسل۔ ص ۳۵، ۳۶)

مارکس کا نظریہ ہی کافی خراب تھا۔ مگر اس میں جو تبدیلیاں لینن اور سٹالن کے دورِ حکومت میں آئیں انہوں نے اسے پہلے سے بھی زیادہ بدتر بنا دیا، مارکس کا خیال تھا کہ سول وار میں پرولتاریوں (مزدوروں) کو فتح حاصل ہوگی اس کے بعد ایک وقتی طور سے انقلابی دور ہوگا اور سول وار کے بعد عام قاعدہ کے مطابق پرولتاری اپنے سیاسی مخالفوں سے اختیارات حاصل کرلیں گے۔ یہ دور پرولتاری ڈکٹیٹرشپ کا دور ہوگا۔ یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ مارکس کی الہامی بصیرت کے مطابق پرولتاریوں کو اسوقت فتح حاصل ہونا تھی جب کہ ان کو آبادی کے لحاظ سے اکثریت حاصل ہوجاتی۔ پس پرولتاریوں کی جس ڈکٹیٹرشپ کے متعلق مارکس نے سوچا تھا وہ ضرور ہی غیر جمہوری نہ ہوتی۔ لیکن ۱۹۱۷ء میں روس میں پرولتاری تھوڑی تعداد میں تھے جبکہ ملک کی بھاری اکثریت کسانوں کی تھی، یہ ڈگری صادر کی گئی کہ بالشویک پارٹی پرولتاریوں کا وہ حصہ ہے جو طبقاتی احساس رکھتا ہے۔ اور اس پارٹی کے لیڈروں کی مختصر کمیٹی بالشویک پارٹی کا طبقاتی شعور رکھنے والا حصہ ہے۔ پس پرولتاریوں کی ڈکٹیٹرشپ ایک مختصر کمیٹی کی ڈکٹیٹرشپ بن گئی اور آخر کار فردِ واحد یعنی سٹالن کی ڈکٹیٹرشپ قائم ہوکر رہ گئی۔ پرولتاریوں میں سے طبقاتی شعور رکھنے والے فردِ واحد کی حیثیت سے سٹالن نے ملینوں[1] کسانوں کو فاقہ کشی کے ذریعے موت کی سزا دی اور دیگر ملینوں کو اجتماعی کیمپوں میں جبری محنت کی سزا دی۔ وہ حد سے اس قدر بڑھ گیا کہ اس نے یہ اعلان کردیا کہ آئندہ سے توارث کے قدرتی قوانین بھی تبدیل ہوجائیں گے۔ آئندہ سے زندگی کے جرثوموں کو سویٹ قوانین کے پابندی کرنی پڑے گی نہ کہ ایک رجعت پسند پادری[2] مینڈل کی میری سمجھ میں یہ بات بالکل نہیں آتی کہ یہ کیسے ہوتا ہے کہ کچھ لوگ جو ذہین اور انسان دوست ہیں انہیں سٹالن کے پیدا کردہ وسیع غلامی کی کیمپ میں کچھ پسندیدہ بات بھی نظر آجاتی ہے۔

میں ہمیشہ مارکس سے اختلاف رائے رکھتا رہا ہوں۔ اس کے متعلق میری سب سے پہلی تنقید ۱۸۹۶ء میں چھپی تھی۔ لیکن جدید کمیونزم پر میرے اعتراضات مارکس پر اعتراضات سے زیادہ گہرے ہیں، جمہوریت کے خاتمے کو میں خاص طور سے تباہ کن سمجھتا ہوں۔ ایک اقلیت جو اپنی طاقت کے لیے خفیہ پولیس

---

[1] ایک ملین = دس لاکھ۔ یاد رہے کہ لاکھوں کسانوں کے قتل کا ٹراٹسکی۔ سوتیلانہ وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

[2] ایک پادری مینڈل نے توراث کے قدرتی سائنسی قوانین کی دریافت کی تھی۔ اس پر سٹالن کو غصہ آیا کہ ایک رجعت پسند کے ذریعہ کیوں ایسی تحقیق معرض وجود میں آئی۔ اسی طیش میں اس نے دریافت کردہ قدرتی قوانین جو سائنسی طور سے دریافت ہوئے تھے۔ ان کی مخالفت شروع کردی۔ سٹالن کی بیٹی سوتیلانہ نے اپنی کتاب "اونلی ون ایئر" میں سٹالن کی سائنس دشمنی اور اسکی ہٹ دھرمی کی بہت سی مثالیں دی ہیں۔

کی کارکردگیوں پر تکیہ رکھتی ہو، لازمی طور سے ظالم۔ جابر تحقیق کی دشمن اور ظلمت پسند ہوگی۔ غیر ذمہ دار قوت کے خطرات عام طور پر اٹھارویں اور انیسویں صدی میں تسلیم کر لئے گئے تھے[1] مگر جن لوگوں کی آنکھیں سوویٹوں کی ظاہری کامیابی سے چندھیا گئی ہیں انہوں نے اس سب کچھ کو بھلا دیا ہے جو مطلق العنان ملوکیت کے دوران بڑے دکھوں کے ساتھ سیکھا تھا۔ اور یہ لوگ قرونِ وسطیٰ کی بدترین چیزوں کی طرف لوٹ گئے ہیں[2] اور اس مغالطے میں مبتلا ہیں کہ وہ ترقی کے ہراول دستے میں شامل ہیں۔۔۔۔ وہ تمام لوگ جو نہ صرف آرٹ اور سائنس کی قدر کرتے ہیں۔ بلکہ روزانہ کا نی روٹی کو بھی اہمیت دیتے ہیں۔ اور اس خوف سے بھی آزاد رہنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی لفظ بے خیالی میں ان کے بچوں کے منہ سے سکول ماسٹر کے سامنے نکل جائے تو اس کے نتیجے میں ان کو سائبیریا کے ویرانوں میں جبری محنت کے لئے نہ بھیج دیا جائے تو ان کو چاہیئے کہ وہ اپنے ملکوں کی کم غلامانہ اور زیادہ خوشحال فضا کو برقرار رکھنے کیلئے ہر وہ کچھ کر گذاریں جو ان کی طاقت اور امکان میں ہے[3]

ایک مقام پر برٹرینڈ رسل لکھتا ہے:

To return to Marx: The most important error in his theory, to my mind, is that it ignores intelligence as a cause.

ترجمہ:۔ اب ہم مارکس کی طرف لوٹتے ہیں۔ میرے نزدیک اس کے نظریئے میں سب سے اہم غلطی یہ ہے کہ وہ "عقل اور سمجھ" کو بطور سبب اور علت کے نظرانداز کرتا ہے۔[4]

---

[1] جس بات کو تسلیم کرنے میں یورپ کو کئی ہزار سال لگے۔ اسلام نے اس کا اعلان پہلے ہی روز کر دیا تھا، یعنی کہ حکم صرف اللہ کا مانا جائے۔ حضرت عمرؓ نے حکم اور ابوالحکم نام رکھنے سے بھی اسی بنا پر منع کر دیا تھا۔ کہ صاحب حکم صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

[2] گویا کہ رسل کی نظروں میں کمیونسٹ حضرات ہی اصل میں رجعت پسند ہیں اور جسکو یہ ترقی پسندی سمجھتے ہیں وہ ان کے ہیرو کی نظر میں رجعت پسندی ہے۔

[3] دی بیسک رائٹنگز آف برٹرینڈ رسل ص ۷۷۹، ۷۸۰

[4] آن انڈرسٹینڈنگ ہسٹری مصنفہ برٹرینڈ رسل۔ ص ۳۵

یہی وجہ ہے کہ سوشلسٹ سائنس سائنس کی رٹ لگانے کے باوجود ہمیشہ عقل کے پیچھے لاٹھی لئے دوڑتے ہیں اور توڑ پھوڑ کے شائق ہوتے ہیں۔ سوشلزم نہ صرف وہی مزوک کا نظریاتی طور پر احمقانہ نظریہ ہے بلکہ عملی طور پر بھی اس نے دنیا میں ظلم اور استحصال میں بہت زیادہ اضافہ کیا ہے۔ اسی لئے برٹرینڈرسل لکھتے ہیں:

After the pot of passion has boiled long enough, a new crust forms, and the new authorities are usually no better than the old. Louis XVI is executed and is succeeded first by Robespierre, then by Napoleon. Tsar Nicholes is assassinated, and a stricter tyranny follows under Lenin and Stalin

ترجمہ:- جب جذبات کی دیگچی کافی دیر تک پکتی ہے تو نئی چھلی اوپر آجاتی ہے۔ عام طور سے نئے حکمران سابق حکمرانوں سے بہتر نہیں ہوتے۔ لوئس ۱۶ کو پھانسی دیدی جاتی ہے تو پہلے اس کا جانشین روبسپیری بنتا ہے اور پھر نپولین۔ ادھر زار نکولس کو قتل کرنے کے بعد لینن اور سٹالن زار سے بھی زیادہ جابرانہ[ب] اور ظالمانہ حکومتیں قائم کرتے ہیں۔[۲]

روبسپیری | ہمارے بہت سے ناظرین روبسپیری کے مظالم سے زیادہ واقف نہ ہوں گے۔ اس لئے اس کے متعلق ہم مختصراً بتا دیتے ہیں۔

---

[۱] ایسا جب ہی ہوتا ہے کہ لوگ وحی الہٰی سے منہ موڑ خود ساختہ نظریوں میں فلاح ڈھونڈنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمادیا ہے کہ من اعرض عن ذکری لہ معیشۃً ضنکا یعنی جس نے میرے ذکر سے منہ موڑا اسکی زندگی دکھوں سے بھر جائیگی۔

[۲] انڈرسٹینڈنگ ہسٹری مصنفہ برٹرینڈرسل۔ ص ۹۰

ب دوسرے مقام پر برٹرینڈرسل لکھتا ہے کہ نپولین کا مقولہ ہے کہ آپ سنگینوں کی مدد سے ہر کام کرسکتے ہیں مگر ان پر بیٹھ نہیں سکتے۔ نپولین نے اس استثنا کو بھی غلط کر دکھایا۔ (صفحہ ۴۴ AUTHORIT AND THE INDIVIDUAL)

برٹرینڈرسل ایک مقام پر لکھتا ہے :

"زیادہ سال نہیں ہوئے کہ بلقان کے ایک ملک میں ایک پارٹی انتخاب میں تھوڑے سے فرق سے ہار گئی، اس پارٹی نے یہ کیا کہ جیتنے والی پارٹی کے اتنے ممبروں کو گولی مار دی جس سے کہ اس کو اکثریت حاصل ہوگئی۔ مغرب کے لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ بات بلقان (مشرقی یورپ) کا ہی خاصہ ہے۔ مگر وہ یہ بھول گئے کہ کرامویل اور رابسپیری نے بھی کچھ کیا تھا۔" [1]

گویا رابسپیری جمہوریت کا دم بھرتا تھا مگر اس کا طریقۂ واردات جو تھا وہ ڈکٹیٹروں سے بھی بدتر تھا۔ سوشلسٹوں اور ترقی پسندوں کا اوّلین اور پسندیدہ انقلاب فرانس کا یہی انقلاب تھا۔ اس انقلاب کے بعد جن لوگوں کے ہاتھ میں حکومت آئی ان میں روبسپیری کا نام سرفہرست ہے۔ کچھ قتل تو حکومت حاصل کرتے وقت کئے۔ اور حکومت حاصل کرنے کے بعد تو قتل کا دور شروع کر دیا گیا۔

روبسپیری کے دور کو تاریخ میں "دہشت وخوف کا دور" REIGN OF TERROR کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس عنوان کے تحت انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا لکھتا ہے۔ روبسپیری اصل میں ڈکٹیٹر بن گیا۔ اس نے دائیں اور بائیں بازو میں جو اس کے مخالف پائے جاتے تھے ان کو ختم کرنا شروع کر دیا۔ ۱۰ر جون ۱۷۹۴ء کو قانون کے ذریعے مشتبہ افراد کو قانونی امداد یا کھلی عدالت میں مقدمہ کئے جانے کے حق سے محروم کر دیا۔ جیوری کے پاس صرف قتل یا آزاد کرنے کے دو اختیارات باقی رہ گئے۔ اس دوران

---

[1] اَن پاپولر ایسیز مصنفہ برٹرینڈرسل ص ۱۲۸۔ UN POPULAR ESSAYS

دور جدید کے نام نہاد ترقی پسند جب بھی انقلاب کی بات کرتے ہیں تو ان کے دماغ میں فرانس کے اسی انقلاب کا خیال مثال کے طور پر موجود ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی مسلمان انقلاب کی بات کرتا ہے۔ تو اسکی نظریں صرف محمد مصطفیٰ پر ہوتی ہیں۔ جو انقلاب حضورؐ لائے وہ ایسا تھا کہ تمام عرب میں اسلامی حکومت قائم ہوگئی۔ مگر صرف گنتی کے نفوس کو جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔ اس انقلاب میں نہ صرف بدترین دشمنوں کو بھی معافی دی گئی بلکہ ہر طرح سے تالیف قلوب کر کے ان کے دل موہ لئے گئے۔ عبداللہ بن ابی جیسے منافق اور دشمن کو بھی کچھ نہ کہا گیا بلکہ اس پر طرح طرح سے مہربانیاں کی گئیں حضورؐ خود تکلیف سے رہے۔ مگر عوام کو آرام سے رکھتے۔ عوام کو کھلاتے، چاہے اس کے لئے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھوکا رہنا پڑتا۔ ایسے واقعات مسند احمد میں کثرت سے مروی ہیں۔

کم از کم تین لاکھ مشتبہ افراد گرفتار کیئے گئے سرکاری بیان کے مطابق ان میں سے سترہ ہزار قتل کر دیئے گئے اور کثیر تعداد میں لوگ جیل میں یا بغیر مقدمے کے مرگئے ۔ (مائیکرو پیڈیا ج ۹ ص ۹۰۴) مزید انسائیکلوپیڈیا کے مصنفین لکھتے ہیں کہ آخر کار نیشنل کنونیشن نے اسے قانون کا باغی قرار دیدیا سٹی ہال میں رابسپیری نے اپنے جبڑے پر پستول کی گولی ماری جس سے اس کے دوست دم بخود ہو گئے ۔سپاہیوں نے ہال پر حملہ کر کے اسے اور اس کے دوستوں کو گرفتار کر لیا اور اسے اسی طرح سے گلوٹین کے ذریعے قتل کر دیا گیا (جسطرح کہ اس نے دوسروں کو قتل کروایا تھا۔ اس کے ایک سو آٹھ ہم خیال بھی اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ۔(برٹینیکا ج ۱۵ ص ۹۰۹)۔

نپولین | نپولین تاریخ کا ایک بہت بڑا ذہین جرنیل تھا ۔یہ اسلام کی عظمت کا بہت معترف تھا اور اس نے ایک مجموعہ قوانین مرتب کرایا جسکو نپولین کوڈ کہا جاتا ہے ۔اس میں فقہ مالکی سے بھی مدد لی ۔اسی نپولین کوڈ کو بعد میں خدیو مصر نے مصر میں جاری کر دیا ۔ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا اس کے متعلق لکھتا ہے کہ نپولین نے مصر میں فوجی ڈکٹیٹر شپ قائم کر دی ۔اس نے جو آئین نافذ کیا اس میں انسانی حقوق ، آزادی ، مساوات ، اخوت کا کوئی ذکر نہ تھا ۔ وہ والٹائر کا ہم خیال تھا کہ عوام کو مذہب کی احتیاج ہوتی ہے ۔ ذاتی طور پر وہ مذہب سے لاتعلق تھا ۔مصر میں جاکر اس نے یہ اعلان کیا کہ وہ مسلمان ہونے کا خواہش مند ہے ۔اس کے باوجود وہ چاہتا تھا کہ فرانس میں مذہبی امن قائم رہے ۔ نپولین نے جو لڑائیاں لڑیں اس میں پندرہ سال کے دوران پانچ لاکھ فرانسیسی کام آئے یعنی فرانس کی کل آبادی کا چھٹا حصہ ان جوانوں کی موت سے فرانس کی شرح پیدائش گر گئی [۲]

نیویارک کی بندرگاہ کے شروع میں ہی پہاڑ جتنا اونچا آزادی کا بت نصب ہے ۔یہ ایک عورت کا بت ہے جس کے ہاتھ میں آزادی کی مشعل ہے ۔ اس بت کو "آزادی کے مجسمہ" کا نام دیا گیا ہے ۔یہ بت فرانس کے لوگوں کیطرف سے امریکہ کو تحفہ دیا گیا تھا ۔اس بت کے بنانے والوں میں بارتھولڈی (BARTHOLDI) کا نام سرفہرست ہے ۔اس کا قصہ مشہور انگریزی رسالہ ریڈرز ڈائجسٹ میں چھپا ہے ۔یہ رسالہ لکھتا ہے ۔ کہ بارتھولڈی کی عمر سولہ سال کی تھی ۔ مورخہ ۲ دسمبر ۱۸۵۱ء کو نپولین نے حکومت پر قبضہ کیا ۔اس دن بارتھولڈی نے پیرس کی سڑکوں پر جو نظارہ دیکھا وہ اس کے دل پر نقش ہو گیا ۔ پیرس کے شہریوں نے سڑک پر رکاوٹیں کھڑی کر رکھی تھیں ۔رات کی سیاہی پھیل رہی تھی ۔ ایک جوان لڑکی مشعل لیئے ہوئے آئی اور رکاوٹوں کو

باقی صـ ۵۴ پر

[۱] یاد رہے کہ اس زمانے میں فرانس کی کل آبادی ۳۰ لاکھ سے کم تھی ۔یعنی ہر دس انسان میں سے ایک گرفتار کر لیا۔

[۲] برٹینیکا ج ۱۲ ص ۸۳۳ ، ۸۳۴ ، ۸۳۸ مطبوعہ ۱۹۷۵ء

از پروفیسر محمد اسلم صاحب
صدر شعبۂ تاریخ
پنجاب یونیورسٹی

صوفی حمید الدین ناگوریؒ
کی تصنیف
سرور الصدور کی تاریخی اہمیت

سلطان التارکین صوفی حمید الدین سوالی ناگوری کا شمار چشتیہ سلسلہ کے اکابر اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ دارا شکوہ اُن کے بارے میں لکھتا ہے کہ متقدم مشائخ میں اُن کا بڑا اونچا مرتبہ ہے۔ وہ علم ظاہری اور باطنی کے جامع اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ خدا نے اُن کو بڑا بلند مرتبہ عطا کیا تھا[1]۔ موصوف نے کافی طویل عمر پائی اور ایک روایت کے مطابق اُن کی سلطان المشائخ سے ملاقات بھی ثابت ہے[2]۔ اُن کے ملفوظات "سرور الصدور" کے مطالعہ سے قرونِ وسطیٰ کے مسلمانوں کی دینی، سیاسی اور سماجی زندگی کے کئی اہم گوشے بے نقاب ہوتے ہیں۔

نام ونسب | ابو محمد کنیت[3]، حمید الدین نام، صوفی لقب اور سلطان التارکین خطاب تھا۔ یہ خطاب اُن کے مرشد خواجہ معین الدین حسن سجزیؒ نے انہیں عطا کیا تھا۔ شہزادی جہاں آرا بیگم رقمطراز ہے کہ خواجہ بزرگ نے اُنہیں مخاطب کر کے فرمایا تھا:۔

التارک الدنیا والفارغ عن العقبیٰ سلطان التارکین[4]۔

مولانا عبدالحیٔ لکھنوی نے نزہۃ الخواطر میں اُن کا شجرۂ نسب یوں درج کیا ہے:۔

---

[1] دارا شکوہ، سفینۃ اولیاء، مطبوعہ کراچی ۱۹۵۹ء۔ ص ۱۲۹

[2] عبداللہ خویشگی، معارج الولایت، مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری آذر کلکشن، ورق ۵۲ ب
"گویند کہ درمیان او وحضرت سلطان المشائخ ملاقات واقع شدہ"

[3] ایضاً ورق ۵۶ الف

[4] جہاں آرا بیگم، مونس الارواح، مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، آذر کلکشن، ورق ۳۷ ب۔

حمیدبن احمدبن محمدبن ابراہیم بن محمدبن سعید۔[5]

سلطان التارکین کا سلسلۂ نسب حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی سیّد تا سعید بن زیدؓ
،(جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے) جاملتا ہے[6]۔ سلطان التارکین فرماتے ہیں کہ اُن کے والد
لوار لاہور میں سکونت پذیر تھے۔ جس وقت لاہور میں کافروں کا عمل دخل شروع ہُوا تو موصوف دہلی چلے
ئے اور یہاں آکر انہوں نے ایک مستعرب[7] کی بیٹی سے شادی کر لی[8]۔ سلطان التارکین کے نانا منجم تھے
ہنوں نے اپنی بیٹی کو اُن کی ولادت کی خبر سُنائی تھی۔ اُنہوں نے اپنی بیٹی کو اُن کی بعض نشانیاں بھی
ی تھیں لیکن وہ خوُد اپنے عظیم المرتبت نواسے کی ولادت سے قبل ہی فوت ہوگئے تھے[9]۔ سلطان التارکین
ز یہ انداز میں فرمایا کرتے تھے کہ سلطان شہاب الدین محمد غوری کے دہلی پر قبضہ کے بعد سب سے پہلے جو
یدا ہُوا وہ موصوف ہی تھے[10]۔

تعلیم وتربیت

بھارت کے نامور مؤرخ سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے اپنی مشہور تصنیف
"بزم صوفیہ" میں خواجہ معین الدین حسن اجمیری کے خلفاء میں ان کا محض نام
،پر ہی اکتفا کیا ہے اور اتنے اہم بزرگ کے حالات زندگی لکھنے مناسب نہیں سمجھے[11]۔ شیخ محمد اکرام
اپنی تصنیف "آب کوثر" میں صرف ڈیڑھ صفحہ ان کے لیے مخصوص کیا ہے[12]۔ ہمارے خیال میں مؤرخین
سلطان التارکین کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ ان کے بچپن اور تعلیم وتربیت کے بارے میں اُن کے

عبدالحیٔ لکھنوی۔ نزہۃ الخواطر، مطبوعہ حیدرآباد ۱۹۴۷ء ج ۱۔ ص ۱۸۵۔

جہاں آرا بیگم۔ مونس الارواح، ورق ۳۸ ب۔

عرب میں جو غیر عرب آباد ہو گئے تھے وہ مستعرب کہلاتے تھے۔

سرورالصدور، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، فارسی تصوف
۲۱/۱۶۱ - ورق ۷ ۔

ایضاً

ایضاً "اول کسے کہ بعد از اسلام در دہلی زادہ شد، من بودم"

سید صباح الدین عبدالرحمان۔ بزم صوفیہ، مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۵۰ء
ص ۶۱۔

محمد اکرام، آب کوثر۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۵۲ء ص ۲۳۶ تا ۲۳۷۔

تمام سوانح نگار خاموش ہیں۔ تاہم اتنا ظاہر ہے کہ دہلی اور ناگور، جہاں اُن کی زندگی کا بیشتر حصّہ گزرا، علم و ادب کے گہوارے تھے۔ انہوں نے اس تعلیمی ماحول میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہو گی۔ سرور الصدور کے دیباچہ میں اُن کے ایک استاد مولانا شمس الدین حلوائی کا نام ملتا ہے[۱۳]۔ سرور الصدور کے اندراجات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کے مطالعہ میں بڑے اعلیٰ پایہ کی علمی کتابیں رہتی تھیں۔ جس سے اُن کے اعلیٰ علمی ذوق کا پتہ چلتا ہے۔

محمد غوثی مندوی لکھتا ہے کہ سلطان التارکین عارفانہ مذاق رکھتے تھے اور ان کی یہ رُباعی ان کے عارفانہ مذاق اور سخن سنجی کی آئینہ دار ہے۔

اے دوست دل خستہ ہوائی تو گرفت — درباغ وفائی تو نوائی تو گرفت!

ہرچند کہ بگذاشت برائی تو بگذاشت — ہرچند کہ بگرفت برائی تو بگرفت[۱۴]

سلطان التارکین کثیر التصانیف بزرگ تھے[۱۵]۔ ان کی تصانیف میں "اصول الطریقہ" بڑی مشہور ہے۔ کتاب شیخ عبدالحق محدث کے زمانے تک موجود تھی اور انہوں نے اس کے لمبے چوڑے اقتباسات اخبار الاخیار میں دیئے ہیں جنہیں پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اس میں علمی انداز میں بڑی اُونچی سطح پر تصوف پر بحث کی گئی ہے۔

توبہ اور بیعت

مولانا جمالی کی روایت ہے کہ سلطان التارکین نوجوانی میں بڑے خوب صورت تھے اور جو عورت اُنہیں دیکھتی وہ دل و جان سے اُن پر فریفتہ ہو جاتی۔ جب اُنہوں نے خواجہ معین الدین حسن اجمیریؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی تو اُن کی زندگی میں انقلاب آگیا[۱۶]۔ امیر حسن سجزی سلطان المشائخ نظام الدین اولیا سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ تائب ہو گئے تو اُن کے پُرانے عیش پرست ساتھی اُن کے پاس آئے اور اُنہیں دوبارہ گناہ کی زندگی اختیار کرنے کی ترغیب دینے لگے۔ اُن کی باتیں

---

[۱۳] سرور الصدور، ورق ۱۱۔

[۱۴] محمد غوثی مندوی، گلزار ابرار، مخطوطہ جان ریلینڈ لائبریری مانچسٹر فارسی ۱۸۵۔ ورق ۲۰ ب۔

[۱۵] عبداللہ خویشگی، معارج الولایت، ورق ۵۸ الف۔
"اُورا تصنیفات و اشعار و مکتوبات بسیار است"۔

[۱۶] مولانا جمالی، سیر العارفین، مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، پیرزادہ کلکشن، ورق ۹ الف۔ب

سُن کر حضرت نے فرمایا کہ وہ اب ایسا نہیں کر سکتے۔ جب اُن کے ساتھیوں نے زیادہ اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا ؎

ایں ازار بند خود را من چناں	"مَیں نے اپنا یہ آزار بند اتنا کس کر باندھ لیا
محکم بستہ ام کہ فردای قیامت	ہے کہ قیامت کے روز جنت کی حُوروں
بہ حُوران بہشت ہم نکشایم ۔[۱۷]	کے لیے بھی نہیں کھولوں گا۔"

طلبِ خُدا شہزادی جہاں آرا بیگم لکھتی ہیں کہ ایک روز خواجہ معین الدین حسن اجمیریؒ بڑے اچھے موڈ میں تھے۔ اُنھوں نے اپنے کو مخاطب کر کے فرمایا کہ درِ حاجت کھلا ہوا ہے جس نے جو کچھ مانگنا ہو مانگ لے۔ حضرت کے ارشاد پر کسی نے دُنیا مانگی اور کسی نے دین۔ خواجۂ بزرگ نے سلطان التارکین کی طرف رُخ کر کے فرمایا:

می خواہی کہ در دین و دُنیا معزز و	"کیا تم یہ چاہتے ہو کہ دین اور دُنیا
مکرم باشی ؟	میں معزز اور مکرم رہو"؟

تو سلطان التارکین نے عرض کیا

بندہ راہ خواہش غیب شد۔ خواست	"بندے کی خواہش ہی ختم ہو گئی ہے۔ اب
خداوند تعالےٰ است ۔[۱۸]	صرف خدا کی طلب ہے"۔

طرزِ بود و باش سلطان التارکین ایک عام دیہاتی کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کا رہن سہن دیکھ کر ابتدائی دور میں برصغیر میں بسنے والے دیہاتیوں کی زندگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ سُوال میں اُن کے تصرف میں بقول امیر خورد کرمانی ایک بیگھہ زمین تھی۔[۱۹] جہاں آرا بیگم نے اس زمین کا رقبہ "یکد و طناب" بتایا ہے[۲۰]۔ جمالی نے ان کی مملوکہ زمین کا رقبہ "دہ جریب"، لکھا ہے[۲۱]۔ اس اختلاف کے باوجود یہ ظاہر ہے کہ اُن کے قبضے میں اتنی تھوڑی

---

[۱۷] حسن سجزی، فوائد الفواد، مطبوعہ لاھور ۱۹۶۶ء ص ۳۴۶

[۱۸] جہاں آرا بیگم، مونس الارواح، ورق ۳۷ ب۔

[۱۹] امیر خورد کرمانی۔ سیر الاولیاء، مطبوعہ دھلی ۱۳۰۲ھ، ص ۱۵۶

[۲۰] جہاں آرا بیگم، مونس الارواح، ورق ۳۸ الف۔

[۲۱] جمالی، سیر العارفین، ورق ۹ ب۔

زمین تھی کہ اُن کا گزارہ بمشکل ہوتا تھا۔

اُن کے سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت نصف زمین میں خریف کی اور بقیہ نصف میں ربیع کی فصل بوتے تھے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی اس سے یہ مُراد لیتے ہیں کہ اُس زمانے میں ادل بدل کر فصلیں بونے کے طریقے سے لوگ واقف نہ تھے۔ اس لیے وہ آدھی زمین میں ایک موسم میں فصل بوتے تھے اور بقیہ نصف زمین میں دوسرے موسم میں بوتے تھے[۲۲]۔ حضرت کے قبضہ میں اتنی تھوڑی زمین تھی کہ وہ ہل چلانے کے لیے بَیلوں کی جوڑی بھی نہ رکھ سکتے تھے۔ وہ بیلچے سے زمین کھودتے اور اس میں غلّہ اور سبزیاں کاشت کرتے تھے[۲۳]۔ آج ہمارے ہاں چشتیہ سلسلہ کے کتنے ایسے گدی نشین یا صُوفی ہیں جو اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے اپنی روزی کماتے ہیں؟ ان کے پاس ایک گائے بھی تھی، جس کا دودھ وہ خود ہی دوہ لیا کرتے تھے۔

امیر خورد کرمانی لکھتے ہیں کہ ایک بار ناگور کے مقطع کو خبر ہوئی کہ سلطان التارکین بڑی عزبت اور تنگ دستی میں گزارہ کرتے ہیں تو اُس نے اُن کی خدمت میں کچھ نقدی بھیجی اور اُن سے التجا کی کہ وہ کچھ زمین لے لیں تو فراغت سے گزر بسر ہو۔ حضرت نے قاصد کو جواب دیا:

از خواجگان ما کسے این بابت قبول نکردہ است۔ و این بیگھہ کہ مِلک منست مرا کافی است۔	"ہمارے بزرگوں میں سے کسی نے تحفے قبول نہیں کئے۔ یہ ایک بیگھہ زمین جو میری ملک ہے میرے لیے کافی ہے"۔

شیخ نے نقدی بھی قاصد کے ہاتھ واپس بھجوا دی۔

ایک بار کسی درویش نے بادشاہ سے اُن کی تنگ دستی کا ذکر کیا تو اُس نے پانچ صد ٹنکے اور ایک گاؤں کا قبالہ اُن کی خدمت میں بھیجا۔ بادشاہ نے قاصد سے کہا کہ اس کی طرف سے بڑے عجز و انکسار کے ساتھ اُن کی خدمت میں عرض کرے کہ وہ یہ نذرانہ قبول کر لیں۔ اُس وقت اُن کی اہلیہ کے سر پر اوڑھنی نہ تھی اور وہ اپنے پیرہن کے دامن سے اپنا سر ڈھانپے ہوئے تھی

---

۲۲ خلیق احمد نظامی، مڈیول انڈیا، اے مسلینی، مطبوعہ دہلی ۱۹۶۹ء ج ۱- ص ۳۰۱ ۔

۲۳ امیر خورد کرمانی، سیر الاولیاء ص ۱۵۶ ۔

"بدست مبارک خود بکلند راست کردے و چیزے بکاشتے"۔

۲۴ ایضاً۔ ص ۱۵۷

اتفاق سے اُس وقت شیخ کی دھوتی بھی پھٹی ہُوئی تھی۔ جب شیخ نے اس سے بادشاہ کے بھیجے ہوئے نذرانے کو قبول کرنے کے بارے میں مشورہ کیا تو اس نیک بخت نے کہا :-

اے خواجہ ! تو چہ می خواہی کہ فقر چندین سالہ خود را باطل کنی۔ تو خاطر جمعدار من دو سیر ریسمان بدست خود رشتہ ام۔ ازان مقدار جامہ خواہر شُد کہ ترا فوطہ و مرا دامنے مرتب شُد۔ [۲۵]

"اے خواجہ ! تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اتنے سالوں کے فقر کو خراب کرو۔ تم اطمینان رکھو۔ مَیں نے اپنے ہاتھوں سے دو سیر سُوت کاتا ہے اس سے اتنا کپڑا بن جائے گا کہ جو تمہاری دھوتی اور میرے دوپٹے کے لیے کافی ہو گا"

شیخ نے اپنی اہلیہ کا یہ جواب سُن کر قاصد سے کہا کہ انہیں بادشاہ کے فرستادہ نذرانے کی حاجت نہیں ہے۔

سلطان التارکین ایسے مشائخ کے سخت مخالف تھے جو نذرانے قبول کر لیتے تھے یا مال جمع کرتے تھے۔ انہیں شیخ بہاء الدین زکریا کے مال جمع کرنے پر بڑا اعتراض تھا اور اس سلسلہ میں ان بزرگوں کے درمیان خط وکتابت رہتی تھی۔ ناگور کا ایک تاجر ناگور سے کپڑے لے کر ملتان جایا کرتا تھا اور ملتان سے روئی لا کر ناگور میں بیچا کرتا تھا۔ وہ سلطان التارکین کے خط شیخ بہاء الدین زکریاؒ کے نام لے جاتا اور ان کے جواب لکھوا کر ناگور لاتا [۲۶] حسن اتفاق سے یہ خط وکتابت ایک مخطوطے کی صورت میں مولانا آزاد لائبریری مسلم یُونیورسٹی علی گڑھ میں محفوظ ہے۔

مشائخ چشت کے اکثر ملفوظات جعلی ہیں

چشتیہ سلسلہ کے مشائخ میں سے آپ پہلے بزرگ ہیں جو صاحب تصنیف ہیں [۲۷]۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان سے پہلے جو ملفوظات کے مجموعے خواجہ معین الدین حسن اجمیریؒ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، شیخ فرید الدین گنج شکرؒ اور بدر الدین اسحاق کی طرف منسوب ہیں وہ سب وضعی ہیں۔ ہمارے خیال کی

---

[۲۵] ایضاً۔ [۲۶] ایضاً، ص ۱۵۸۔

[۲۷] عبدالحئی لکھنوی، نزھتہ الخواطر، ج ۱، ص ۱۸۵
"وھو اول من صنف من المشائخ الچشتیہ"۔

[۲۸] حمید قلندر، خیر المجالس، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۵۹ء ص ۵۲

تائید حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے اس بیان سے ہوتی ہے :-

از مشائخ شجرۂ ما ہیچ شیخی تصنیفا نہ کردہ است ۔[28]

"وہ ہمارے شجرہ میں جن بزرگوں (کے نام) آتے ہیں اُن میں سے کسی نے کوئی کتاب نہیں لکھی"

حضرت چراغ دہلیؒ کے جانشین سید بندہ نواز گیسو درازؒ نے بھی ملفوظات کے ان مجموعوں کو "سر بسر ہمہ افترا است"، کہہ کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا ہے[29]

سرور الصدور

سلطان التارکین کے ملفوظات "سرور الصدور" کا پورا نام "سرور الصدور و نور البدور" ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں موجود ہے[30]۔ اس کا ایک ناقص الطرفین مخطوطہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی کے کتب خانے میں بھی محفوظ ہے۔ راقم السطور نے علی گڑھ کے مخطوطے سے استفادہ کیا ہے۔ سرور الصدور کا متن بڑے سائز کے ۵۲ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی تحریر فرماتے ہیں کہ سرور الصدور کے مندرجات کی ترتیب غلط ہے کیونکہ بعض مجالس کی تاریخیں آگے پیچھے ہوگئی ہیں[31]۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ فاضل مرتبت نے امیر حسن سجزی، حمید قلندر یا سید محمد اکبر حسینی کی طرح ہر مجلس کی کارروائی کو باقاعدہ ترتیب نہیں دیا تھا۔ اور اپنے عظیم المرتبت دادا کی وفات (۱۲۷۴ء / ۶۷۳ھ) کے بعد جب وہ ان کے ملفوظات لکھنے بیٹھے تو اُن کے پیش نظر اپنے نوٹ اور یادداشتیں تھیں۔ اس لیے مجالس کی ترتیب آگے پیچھے ہوگئی ہے۔ زیر نظر مجموعہ میں حضرت کے ستائیس برسوں کے" فوائد، معارف اور لطائف" مندرج ہیں اور یہ کتاب ناگور کے مضافات میں ڈیہہ نامی ایک گاؤں میں مکمل ہوئی[32]۔

سرور الصدور کے مرتبت

سرور الصدور کے مرتبت کا نام متن میں کہیں نہیں آیا اس لیے ہمارے مؤرخین ابھی تک اس کے مرتب کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں

---

[29] سید محمد اکبر حسینی، جوامع الکلم، ص ۱۳۴

[30] سرور الصدور، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، فارسی تصوف ۱۳۱/۱۶۱

[31] خلیق احمد نظامی، سم اسپیکٹس آف ریلیجن اینڈ پالیٹیکس ان انڈیا ڈیورنگ دی تھرٹینتھ سینچری۔ مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۶۱ء ص ۳۷۶ ۔

[32] سرور الصدور ورق ۶۰ ۔

کم پائے۔ بعض لوگوں نے سرور الصدور کی ترتیب کا سہرا سلطان التارکین کے پوتے شیخ محی الدین یا شیخ قطب الدین کے سر باندھا ہے[۳۳]۔ مجمع الاولیار کے فاضل مصنف محمد اکبر حسینی اردستانی اسے شیخ فرید الدین محمود بن شیخ عبدالعزیز بن سلطان التارکین کی تصنیف بتاتے ہیں[۳۴]۔ ہمارے خیال میں یہی قول راجح ہے۔

جامع ملفوظات شیخ فرید الدین محمود چشتیہ سلسلہ میں اپنے عظیم المرتبت دادا سلطان التارکین کے مرید تھے۔ حضرت نے اپنے پوتے اور مرید کی تربیت بڑے اہتمام کے ساتھ کی تھی[۳۵]۔ موصوف اوائل عمر سے ہی بڑے عابد و زاہد اور شب بیدار تھے۔ سلطان التارکین فرمایا کرتے تھے کہ انہیں اس بات پر شرم آتی ہے کہ جب وہ رات کو تہجد ادا کرنے کے لیے بیدار ہوتے ہیں تو وہ فرید کو عبادت میں مشغول پاتے ہیں[۳۶]۔

سرور الصدور کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ شیخ فرید الدین محمود بڑے صاحب ذوق انسان تھے۔ اور وہ عربی، فارسی اور ہندی میں بڑے بڑے اچھے شعر کہہ لیتے تھے۔ ان کے اشعار سرور الصدور میں موجود ہیں۔

محمد اکبر حسینی اردستانی لکھتے ہیں کہ فرید الدین ناگوری سلطان التارکین کے بڑے فرزند شیخ عبدالعزیز کے نورِ نظر تھے۔ موصوف محمد بن تغلق کے عہد میں دہلی تشریف لے گئے۔ انہوں نے سو برس کے لگ بھگ عمر پائی اور دہلی میں فوت ہوئے۔ اُن کا مزار خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار کے قریب واقع ہے[۳۷]۔

سرور الصدور کی اہمیّت

سرور الصدور میں تیرھویں صدی کی بعض اہم شخصیات کے بارے میں بڑی قیمتی معلومات درج ہیں۔ سلطان التارکین نے سلطان شمس الدین التمش، قاضی منہاج، فخر ناقلہ، حسام درویش، بخیب الدین بخشی اور قاضی حمید الدین ناگوری کا ذکر بڑے عمدہ پیرائے میں کیا ہے۔ یہ سبھی حضرات اُن کے ہم عصر تھے۔ اس لیے اُن کے بارے میں اِن کی

۳۳ایضاً، دیباچہ، ورق ۵۔

۳۴محمد اکبر اردستانی، مجمع الاولیار، مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری لندن۔ ایتھے ۶۴۵۔ ورق ۶۱۴ ب۔
"ملفوظات شیخ حمید الدین او جمع نمودہ سرور الصدور نام کردہ است"

۳۵ایضاً، ورق ۶۱۳ ب

۳۶سرور الصدور، ورق ۱۱

۳۷محمد اکبر حسینی اردستانی، مجمع الاولیاء، ورق ۶۱۴ الف۔

آراء بڑی مستند سمجھی جاتی ہیں۔

اسی طرح سرور الصدور کے مطالعہ سے برصغیر میں قرونِ وسطیٰ میں مسلمانوں کی تعلیمی سرگرمیوں، معیار تعلیم اور علمی فضا کے بارے میں بھی بڑی اہم معلومات ملتی ہیں۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی کے بقول سرور الصدور اس عہد کے مذہبی خیالات اور رجحانات کا پورا اعتماد مرقع ہے[۳۸] علی اکبر حسینی اردستانی رقمطراز ہے کہ سرور الصدور میں سلطان التارکین کے ستائیس برسوں کے فوائد، معارف اور لطائف درج ہیں[۳۹] ہمارے خیال میں ان ملفوظات کو چشتیہ سلسلہ کی تعلیمات کا مرقع سمجھنا چاہیئے۔

جن اولیاء اللہ نے سلطان محمد بن تغلق کے دباؤ کے تحت سرکاری ملازمت اختیار کر لی تھی، جامع ملفوظات نے اُن کے خلاف خوب جی بھر کر لکھا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ فاضل مرتب سلطان کی ملازمت کو تو معیوب سمجھتے ہیں لیکن سلطان کے ساتھ رشتے ناطے کرنے اور اُس سے جاگیریں لینے کو بُرا نہیں جانتے۔ یہ بات یاد رہے کہ سلطان محمد بن تغلق کی ایک بیٹی بی بی راستی کی شادی سلطان التارکین کے پڑپوتے شیخ فتح اللہ بن شیخ اوحد الدین بن شیخ فرید الدین کے ساتھ ہوئی تھی[۴۰] اس شادی سے پہلے سلطان محمد بن تغلق اور دولہا میاں کے دادا شیخ فرید الدین کے درمیان کئی خطوں کا تبادلہ ہُوا تھا۔ اتفاق سے یہ خط وکتابت "رسائل سلطان التارکین" میں محفوظ ہے۔ اور پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اُسے شائع کر دیا ہے[۴۱]۔

سلطان التارکین کا عقیدہ

یہ بات عام مشہور ہے کہ چشتیہ سلسلہ کے اکثر و بیشتر بزرگ تفضیلی عقیدہ رکھتے ہیں۔ شاہ نیاز احمد بریلوی، خواجہ حسن نظامی، اور ان کے خلفاء سجادہ نشینانِ پھلواری، کاکوری اور بدایوں کو سنی ثابت کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ چشتیہ سلسلہ کے مشائخ کی اکثریت کے برخلاف سلطان التارکین صحیح سُنی عقیدہ رکھتے تھے۔ موصوف نے اپنی ایک مجلس میں حضرت امیر المؤمنین معاویہؓ کے حلم اور بُردباری کی بڑی تعریف کی ہے[۴۲]

---

[۳۸] خلیق احمد نظامی، سم اسپیکٹس آف ریلجن اینڈ پالٹکس ان انڈیا ص ۲۷۰۔

[۳۹] محمد اکبر حسینی اردستانی، مجمع الاولیاء، ورق ۲۱۴ الف

[۴۰] رسائل سلطان التارکین مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، فارسی تصوف ۲۱/۱۹ ورق ۱۲۷۔

[۴۱] خلیق احمد نظامی، مڈیول انڈیا۔ اے مسلینی، ج ۱۔ ص ۳۱۵ - ۳۱۱ ـ

[۴۲] سرور الصدور، ورق ۸۳ ـ

سلطان التارکین کا ذوق مطالعہ

سرور الصدور میں سید علی ہجویری ، امام ابو القاسم قشیری اور جناب رضی الدین صغانی کا ذکر آیا ہے جس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ان کی تصانیف سلطان التارکین کے مطالعہ میں رہ چکی تھیں ۔ سرور الصدور کے مندرجات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ موصوف کو مطالعہ کا بے حد شوق تھا ۔ اور بڑی بلند پایہ کتابیں اُن کے مطالعہ میں رہتی تھیں ۔ سرور الصدور میں الکشاف ، مشارق الانوار ، نہج البلاغۃ ، سیر الملوک ، تفسیر زاہدی ، مصباح الدجیٰ اور حضرت نظام الدین اولیاء کے ملفوظات (فوائد الفواد) کا ذکر ملتا ہے ۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس پایہ کی علمی کتابیں سُوال جیسے دُور افتادہ گاؤں میں بھی دستیاب تھیں ۔

نذر و فتوح

جامع ملفوظات بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلطان التارکین نذر و فتوح میں تصرف نہ کرتے تھے ۔ اگر کوئی ارادت مند اُن کے لیے کوئی تحفہ لاتا یا نذر پیش کرتا تو آپ اس کی دلداری کے لیے اسے قبول کر لیتے ۔ لیکن اُسے اپنی ذات پر خرچ کرنے کی بجائے کسی نیک کام میں صرف کر ڈالتے ۔[۴۳]

یادِ الٰہی

ملفوظات کے ایک اندراج سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان التارکین کا زیادہ وقت دشت و صحرا میں گزرتا تھا ۔ جہاں وہ خلق خدا سے الگ تھلگ ہو کر صرف یادِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے ۔[۴۴]

فقر و تجرد

شیخ فرید الدین محمود رقمطراز ہیں کہ انہوں نے ایک روز خلافِ معمول سلطان التارکین کو برہنہ سر دیکھا تو تعجب سے اس کا سبب پُوچھا ۔ حضرت نے فرمایا کہ اُنہوں نے گذشتہ شب خواب میں دیکھا ہے کہ آسمان سے فرشتے نازل ہو رہے ہیں اور اُن کے ہاتھوں میں ایک رجسٹر ہے جس میں وہ مجردوں کے نام لکھ رہے ہیں ۔ جب وہ گھومتے پھرتے اُن کے پاس پہنچے تو اُن میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ حمید کا نام بھی مجردوں میں لکھ لو ۔ اس نے جواب دیا کہ وہ تو ابھی تک چار گز کپڑا سر پر باندھے ہوئے ہے ۔ اس حالت میں اس کا نام کیونکر مجردوں کے زمرے میں لکھ لے ؟ جب سلطان التارکین نے فرشتوں کی یہ گفتگو سُنی تو اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا اور سر سے پگڑی اُتار پھینکی ۔ پگڑی سر سے گرتے ہی فرشتوں نے ان کا نام مجردوں کے زمرے میں لکھ لیا اور آسمان کی طرف لوٹ گئے ۔ حضرت فرماتے ہیں کہ جب وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ اُن کی پگڑی زمین پر پڑی ہے ۔[۴۵]

(جاری ہے)

---

۴۳ ایضاً ، ورق ۹ ۴۴ ایضاً ۴۵ ایضاً

ارشادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ
مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور)

ایک محدثِ جلیل کی وفات

عظیم معنوی برکات سے محرومی

راولپنڈی میں حضرت اقدس مولانا بنوریؒ مرحوم کی نماز جنازہ پڑھانے سے قبل شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ اکوڑہ خٹک نے حاضرین کے اصرار پر مختصر خطاب فرمایا اسوقت حضرت مرحوم کا جسد اطہر سامنے کمرہ میں رکھا ہوا تھا حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ جو ضعف و نقاہت کے علاوہ صدمہ سے نڈھال تھے نے حسب ذیل کلمات سے حضرت اقدس بنوریؒ کو خراج تحسین پیش کیا۔ "ادارہ"

محترم بزرگو! آج دارالعلوم دیوبند کے علوم خصوصاً حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے علمی اسرار و نکات کا حامل ہم سے جدا ہو گیا۔ پاکستان اکابر کے سایہ سے محروم ہوتا جا رہا ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ، حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ہم سے جدا ہو چکے ہیں۔ اور اب پاکستان کی بدقسمتی ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ کے علوم اور ان کی برکات سے بھی محرومی ہو گئی۔ حضرت مولانا علماء دیوبند کے فیوضات کے خزینہ اور اکابر دارالعلوم کے علوم کے امین تھے۔ تمام علوم پر حاوی خصوصاً احادیث میں انتہائی مہارت تھی، خداداد ذہانت اللہ تعالیٰ نے انہیں دی تھی۔ فیض الباری شرح بخاری کی تالیف اور طباعت میں آپ کا بھرپور حصہ ہے۔ آج ہم اور پورا پاکستان حامل احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات سے محروم ہو گیا۔

میرے بھائیو! محدث کی وجہ سے بہت سی برکات نازل ہوتی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم ادہم فرماتے ہیں کہ رحلت یعنی طلبائے احادیث کی نقل و حرکت اور حصول احادیث کیلئے سفر اور نقل مکانی سے زمین آفات و بلیات سے محفوظ رہتی ہے۔ تو جب طلباء حدیث کا اتنا اونچا مقام ہے۔ تو ایک حافظ الحدیث اور محدث کی وجہ سے کتنی رحمتیں نازل ہوں گی۔

حضرت امام بخاریؒ کا جب انتقال ہوا تو ایک عالم فرماتے ہیں۔ کہ میں نے خواب دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مع خلفاء راشدین کے کسی کی آمد کا منتظر پایا وہ عالم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ حضورؐ

آپ کس کے انتظار میں ہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ محمد بن اسماعیل البخاریؒ کے انتظار میں ہم کھڑے ہیں۔

اس قسم کے مکاشفات ہمارے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کے بارہ میں بھی منقول ہیں۔

محترم بزرگو! اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر غیرت مند ہے اور اس کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غیور ہیں۔ فرمایا: وانا اغیرھم۔ تو جس شخص نے اپنی عمر کا کافی حصہ حضورِ اقدسؐ کے کلامِ مبارک کے پڑھنے پڑھانے میں خرچ کیا تو وہ غیور ذات حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسکا مکافات دنیا میں بھی اور قبر میں بھی اور قیامت میں بھی دیں گے۔ دنیا کے بارہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم محدثین کے بارہ میں فرماتے ہیں: نضر اللہ امرأ سمع مقالتی فوعاھا ثم اداھا کما سمعھا۔ (اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے میری کوئی بات سن کر اسے اچھی طرح یاد کر لیا اور پھر اسی طرح اُسے اوروں تک پہنچا دیا۔)

قبر میں احسان یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے واقعہ سے آپ نے اندازہ لگایا ہو گا کہ حدیث کی خدمت کی برکت سے حضورِ اقدس اسکی آمد کا انتظار فرما رہے ہیں۔ اور اسکے اثرات یہ تھے کہ امام بخاریؒ کی تربت کی مٹی کی خوشبو مہکتی رہی۔ ۶ ماہ تک یہ سلسلہ رہا خدام نے دعا کی کہ یا اللہ اس کرامت کو مخفی فرما کیونکہ ان کی قبر مبارک کو روزانہ مٹی سے بھر دیتے اور مٹی لوگ تبرکاً لے جاتے تھے، قبر میں گڑھا پڑ جاتا تھا۔ اور قیامت کے دن حضورِ اقدسؐ اپنے سایہ کے نیچے اپنے خدام کو جگہ دیں گے۔ خدام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تشریف لے جائیں گے۔

حضرت بلالؓ کا واقعہ معلوم ہے کہ خواب میں حضورِ اقدسؐ کے ساتھ ساتھ اُن سے کچھ آگے آگے بطور خادم جنت میں جا رہے ہیں اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں حضرت بلالؓ کو یہ خوشخبری دی۔

حضرت مولانا بنوریؒ نے فتنۂ قادیانیت کے قلع قمع میں ہماری سرپرستی فرمائی۔ وہ نہ صرف ایک محدث اور ایک مدرس تھے، بلکہ بین الاقوامی مسائل مشکل اور پیچیدہ مسائل پر بھی اسلامی نقطۂ نگاہ بھی پیش کر سکتے تھے۔ چنانچہ اس وقت بھی اسلامی مشاورتی کونسل کے سلسلہ میں کہ قوانین کو اسلامی بنایا جائے، تشریف لائے تھے آج وہ کونسل ملکی بین الاقوامی مسائل شرعی حیثیت سے روشنی ڈالنے والے بزرگ سے محروم ہو گئی۔ اگرچہ اسلامی کونسل میں شامل حضرت مولانا مرحوم کے رفقاء وہ بھی علماء تھے مگر حضرت بنوریؒ تو اکابر علماء میں سے تھے۔ اپنے دور میں علماء کے سربراہ تھے۔ تو آج ہم سب اور عالمِ اسلام ایسی مبارک ہستی سے محروم ہو گئے۔ جس کا بدل فی الحال نہیں ملتا۔ علمِ حدیث میں مولانا کی تصانیف کو دیکھ کر ان کے علوم کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مولانا مرحومؒ کی

ترمذی شریف کی شرح معارف السنن میں حضرت شاہ صاحب کے اسرار و لطائف کی کثرت ہے۔ کسی اہم مسئلہ کے متعلق کتب احادیث میں بکھرا ہؤا مواد ایک جگہ مل جاتا ہے۔ بیشمار کتابوں کے حوالے اور مواد یکجا ہوتے ہیں اور طول طویل شروح کے ڈھونڈھنے سے انسان بچ جاتا ہے۔

ہماری بدقسمتی ہے بلکہ پاکستان کی بدقسمتی ہے کہ علماء کے سربراہ سے محروم ہوگیا۔ حامل حدیث سے محروم ہؤا۔ اور علوم دیوبند کا امین اٹھ گیا اور خصوصاً حضرت علاّمہ کے علوم سے محرومی ہوئی۔

اللہ تعالیٰ امت کو حضرت مرحوم کی برکات سے مالامال فرماتا رہے۔ اور حضرت مولانا صاحب کو اعلیٰ علیین کے بہترین مقامات پر فائز فرماوے۔

وہ ایک خدائی پیغام کا اثر رکھتی تھی۔ علاّمہ اقبالؒ نے ایمان اور ان کے اجزاء کے بارے میں اپنی طرف سے کوئی ایسی بات نہیں کہی۔ جو قرآن مجید کے مقاصد کے خلاف ہو۔ اس نے اسی ایماندار مومن کو کبھی عشق اور کبھی مردِ حق آگاہ اور کبھی قلندر جیسے خطابات سے نوازا ہے۔

مرزا محمود سرحدی

مرزا مرحوم پشاور کے شعراء میں سے ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ لوگوں نے انھیں سرحدی اکبرالہ آبادی کا خطاب دیا تھا۔ وہ بیک وقت اپنے سامعین کو ہنسا بھی دیتے تھے۔ اور رُلا بھی دیتے تھے۔ اقبالی تھے۔ اور اپنے کلام میں اقبال کا تتبع کیا۔ قطعات مُلاحظہ فرمائیں:

ہم نے اقبالؒ کا کہا مانا
اور فاقوں کے ہاتھوں مرے ایسے
جھکنے والوں نے رفعتیں دیکھیں
اور ہم خود کو بلند کرتے رہے

گرگس کے کسی طور بدلتے نہیں حالات
غیروں کے بھروسے پہ کہاں تک گزر اوقات
جینا ہے تو شاہین کی طرح جی کہ جہاں میں
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

الغرض پاکستان کے ہر خطے کے ادیبوں نے حضرت علاّمہ اقبالؒ سے عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ تو اس سلسلے میں ضلع پشاور کے ادیب بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔

ماہنامہ "بینات" کا آئندہ شمارہ

"حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نمبر"

حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی شخصیت پر ماہنامہ "بینات" ایک ضخیم، بسوط اور یادگاری نمبر شائع کر رہا ہے، یہ خاص نمبر، جس کی ترتیب میں پاک و ہند اور عرب ممالک کے چوٹی کے اہلِ قلم حصہ لے رہے ہیں۔ محرم و صفر ۱۳۹۸ھ کا مشترکہ شمارہ ہوگا، جو اُردو اور عربی دو الگ الگ جلدوں میں تقریباً ۸۰۰ سو صفحات پر مشتمل ہوگا ــــ اس عظیم الشان تاریخی دستاویز کی قیمت بہت معمولی رکھی گئی ہے تاکہ ہر شخص آسانی سے خرید سکے، یعنی:

حصہ اُردو: صفحات ۵۰۰ قیمت ۱۵/۰۰ حصہ عربی: صفحات ۳۰۰، قیمت ۱۰/۰۰،

مشتہرین اور ایجنسیوں سے التماس ہے کہ اشتہارات کی جگہ مخصوص کرا لیں نیز مطلوبہ کاپیوں کی تعداد سے مطلع کریں۔

نوٹ: جو حضرات آئندہ سال کے لیے سالانہ چندہ بیس روپے جمع کرائیں، انہیں "خاص نمبر" حصہ اُردو اسی چندے میں پیش کیا جائے گا ــــ یہ رعایت صرف ان حضرات کے لیے ہوگی جن کی رقوم یکم محرم ۱۳۹۸ھ تک موصول ہو جائیں ــــ حصہ عربی کی قیمت الگ ہوگی۔ ڈاک خرچ بذمہ خریدار ہوگا

نرخنامہ اشتہارات

پورا صفحہ ۵۰۰/۰۰ ــــ نصف صفحہ ۳۰۰/۰۰ ــــ چوتھائی حصہ ۱۵۰/۰۰

ناظم ماہنامہ "بینات" مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی ۵ فون نمبر: ۴۱۳۵۷۰

تعطیلِ جمعہ اور قادیانی موقف

ابو مدثر

پاکستان میں جب سے جمعہ کے روز سے تعطیل کا اعلان ہوا ہے۔ قادیانیوں کے رسائل و جرائد ایک ہی راگنی الاپ رہے ہیں۔ کہ اس مبارک تجویز کو برِّصغیر میں سب سے پہلے انگریز کے دور میں مرزا غلام احمد قادیانی نے پیش کیا۔ قادیانی جریدے لاہور نے ۱۸ جولائی ۱۹۷۷ء کی اشاعت میں یہاں تک لکھ دیا:

• ابنائے وطن یہ سن کر یقیناً حیران ہوں گے کہ برِّصغیر میں سب سے پہلے حکومت سے یہ مطالبہ کرنے کی سعادت بھی اس جماعت کے بانی (مرزا غلام احمد۔ ناقل) ہی کے حصّہ میں آئی جسے پاکستان کے سیاست کاروں نے حال ہی میں دو اغراض کے لئے ناٹ مسلم قرار دیا ہے ۔۔۔ کسقدر حیرت و عبرت کا مقام ہے کہ ۔

وہی ٹھہرے مورد کفر بھی جنہیں دین جان سے عزیز تھا
وہی خار بن کے کھٹک رہے ہیں جنہوں نے فصلِ بہار دی

الفضل ربوہ نے بھی پاکستان میں تیس سال کے بعد یکم جولائی ۱۹۷۷ء کو اتوار کی بجائے جمعہ کو تعطیل کے فیصلے پر عمل درآمد کا تمام کریڈٹ مرزا غلام احمد قادیانی کو دیا ہے۔ اور اس پہلو سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مرزائے قادیانی کے دل میں اسلام کا درد تھا۔

آئیے ہم آپ کو یہ بتائیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جمعہ کی تعطیل کے لئے برطانوی حکومت کی خدمت میں جو عرض داشتیں پیش کیں ان کا مقصد کیا تھا۔ اور وہ اس تجویز کی آڑ میں کس انداز سے برطانوی سامراج کی سیاسی خدمت اور اپنی وفاداری کا سکہ جمانا چاہتے تھے۔ الفضل، لاہور اور دیگر قادیانی اور لاہوری جماعت کے رسائل و جرائد بڑے فریب کارانہ انداز سے مرزا صاحب کے بعض اشتہارات کے اقتباسات نقل کر رہے ہیں، اور عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں اس لئے ہم ان اقتباسات کو اصل متن کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

"برطانوی ہندوستان میں مرزا غلام احمد وہ پہلے ملت فروش، اسلام دشمن، سامراجی صیہونی آلہ کار تھے، جنہوں نے ایک نہایت اہم دینی مسئلے کیطرف انگریز کی توجہ مبذول کرائی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد علمائے پٹنہ اور صادق پور نے جس عظیم تحریک کی بنیاد رکھی اور جس احسن طریقے سے سید احمد شہیدؒ کے سیاسی مشن کو پورا کیا وہ ہماری تاریخ کا ایک درخشاں باب ہے۔ انگریز ان تمام علماء کو گرفتار کر کے ان پر مقدمات قائم کرنا چاہتا تھا، کئی آزادی کے متوالے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے اور تمام مقتدر علماء پر انگریز کی کڑی نظر تھی۔ مرزا قادیانی نے ان حریت پسندوں سے غداری کا شرمناک مظاہرہ کرتے ہوئے برطانوی سامراج کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی کہ ہندوستان میں جو لوگ احتیاط الظہر پڑھتے ہیں وہ سب دراصل ہندوستان کو دارالحرب سمجھتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسی علامت ہے جس سے ان لوگوں کو آسانی سے پہچانا جاسکتا ہے۔ اس کام کے لئے پہلے تو مرزا قادیانی نے ایک اشتہار بعنوان "جمعہ کی تعطیل" تحریر کیا جس میں لکھا کہ ہماری بہت سی مرادیں ہیں جن کا مرجع اور مدار خدا تعالیٰ نے اس گورنمنٹ کو بنا دیا ہے۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ رفتہ رفتہ وہ ساری مرادیں اس مہربان گورنمنٹ سے ہمیں حاصل ہوں اس لئے ہر مسلمان گورنمنٹ کو پیش کی جانے والی اس عرضداشت پر دستخط کرے جو اس غرض سے گورنمنٹ کو بھیجی جائے گی،

آپ لکھتے ہیں:

"ہر شخص بجز ایسے شخص کے کہ درحقیقت ناپاک طبع اور مرتدوں کے رنگ میں ہو۔"

ناپاک طبع اور مرتدوں کا رنگ رکھنے والوں سے مراد وہ مسلمان علماء لی گئی ہے، جو ہندوستان کو دارالحرب قرار دیتے تھے اور فرضیت جمعہ کے قائل نہ تھے۔ اس اشتہار کے آخر میں مرزا قادیانی نے ایک نوٹ دیا ہے جسے قادیانی رسائل و جرائد نے عمداً نقل نہیں کیا۔ لکھتے ہیں:

"نوٹ:۔ یہ بات یاد رہے کہ جو صاحب اس درخواست پر دستخط نہیں کریں گے وہ اس حرکت سے ظاہر کریں گے کہ انہوں نے اس ملک کو دارالحرب قرار دیا ہے۔" (یکم جنوری ۱۸۹۶ء)

(اشتہار از مرزا غلام احمد مندرجہ تبلیغ رسالت)

تعطیل جمعہ کیلئے مرزا قادیانی نے گورنر جنرل و وائسرائے کشور ہند بالقابہ کو جو عرضداشت روانہ کی اس میں اس تجویز کے حقیقی پس منظر کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ لکھتے ہیں:

سچا مخبر | "تمام نیک دل اور پاک طبع مسلمان جو گورنمنٹ عالیہ کے سچے خیر خواہ ہیں

التزامِ جمعہ کی رسم کو اس محسن گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی اور دلی وفاداری کے لئے ایک علامت ٹھہراتے ہیں۔ مگر بعض دوسرے نالائق نام کے مسلمان جن کی تعداد قلیل ہے، اس ملک برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دے کر اپنے خود تراشدہ خیالات کی رو سے جمعہ کی فرضیت سے منکر ہیں۔ کیونکہ ان کا گمان ہے جو برٹش انڈیا دارالحرب ہے اور دارالحرب میں جمعہ فرض نہیں رہتا پس کچھ شک نہیں کہ جمعہ کی تعطیل سے ایسے بدباطن کمال صفائی سے شناخت کئے جائیں گے کیونکہ اگر باوجود تعطیل کے پھر بھی وہ جمعہ کی نمازوں میں حاضر نہ ہوئے تو یہ بات کھل جائے گی کہ درحقیقت وہ نالائق اس گورنمنٹ کے ملک کو دارالحرب ہی قرار دیتے ہیں، تب ہی تو جمعہ کی پابندی سے عمداً گریز کرتے ہیں، سو اس صورت میں یہ مبارک دن نہ صرف مسلمانوں کی عبادات خاصہ کا ایک دن ہوگا، بلکہ گورنمنٹ کے لئے ایک سچے مخبر کا کام دیگا۔ اور ایک معیار کیطرح کھرے اور کھوٹے میں فرق کر کے دکھلاتا رہے گا۔ چنانچہ اس درخواست پر بھی صرف انہی سچے خیرخواہوں کے دستخط درج ہیں، جو اس ملک کو دارالحرب قرار نہیں دیتے اور دلی سچائی سے گورنمنٹ کی حکومت کو قبول کر لیا ہے۔ اور اپنے لئے سراسر برکت اور رحمت سمجھا ہے اور کچھ شک نہیں کہ جمعہ کی تعطیل سے ایسے لوگ جو غلطیوں میں پڑے ہوئے ہیں، اثر پذیر بھی ہوں گے اور گورنمنٹ کے خیر خواہ بہت ترقی پذیر ہوں گے اور بدباطن تارک الجمعہ بڑی آسانی سے شناخت کئے جائیں گے۔ یہ بات دوبارہ گورنمنٹ کو یاد دلائی جاتی ہے کہ ایک جمعہ ہی مسلمانوں میں اس بات کی علامت ہے کہ کون شخص اس ملک گورنمنٹ کو دارالحرب قرار دیتا ہے۔ اور کون اسکی نفی کرتا ہے۔ سو جو شخص گورنمنٹ برطانیہ کی رعیت ہو کر جمعہ کی فرضیت کا قائل ہے اور اس کا ترک کرنا معصیت سمجھتا ہے۔ وہ ہرگز اس ملک کو دارالحرب قرار نہیں دے گا۔ اور سچے دل سے گورنمنٹ کا خیر خواہ ہوگا۔ لیکن جو شخص برٹش انڈیا میں جمعہ کی فرضیت کا منکر ہے وہ درپردہ اس ملک کو دارالحرب قرار دیتا ہے اور سچا خیر خواہ نہیں۔ سو جمعہ ان دونوں فریقوں کے پرکھنے کے لئے ایک معیار ہے۔“ [1]

یہ اقتباس کسی تشریح کا محتاج نہیں اور صاف عیاں ہے کہ مرزا قادیانی ان علمائے حق کی جاسوسی کے لئے جو ہندوستان کو دارالحرب قرار دیتے تھے اور فرضیتِ جہاد کے قائل تھے، جمعہ کی تعطیل کی درخواست گورنر جنرل

---

[1] میر قاسم علی قادیانی، تبلیغ رسالت، جلد پنجم، مطبع قادیان ص

اور وائسرائے کو روانہ کر رہا ہے۔ اسی اشتہار کے آخر میں مرزا قادیانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ :

"جمعہ کے روز مسلمان خطبہ میں سرکار انگریزی کے مراحم اور الطاف کا ذکر کریں جسطرح ان سلاطین کا شکر ہوتا ہے جو مذہبی امور میں قرآن کے منشار کے موافق مسلمانوں کو آزادی دیتے ہیں ۔" (حوالہ درج بالا)

ان تمام باتوں سے بڑھ کر تعطیل جمعہ کی عرضداشت کی آڑ میں مرزا قادیانی نے کھلم کھلا اعلان کیا کہ وہ برطانوی سامراج کے لئے جاسوسی کرنے کے لئے تیار ہیں اور ان تمام علماء کے نام مع لقب وعہدہ، سکونت، ضلع اور کیفیت وغیرہ کا پورا چارٹ بنا کر انگریز کو مہیا کریں گے اور ان نقشوں کو اپنے پاس قادیان میں ایک سیاسی راز کے طور پر محفوظ رکھیں گے تاکہ ضرورت پڑنے پر ان لوگوں کے خلاف کاروائی کی جا سکے۔ قادیان کے جاسوس مدعی نبوت کی یہ نہایت گھٹیا اور شرمناک جرأت جو اس کے برطانوی سامراج کے ذیل حاشیہ بردار ہونے پر مہر ثبت کرتی ہے۔ ایک اشتہار میں مذکور ہے۔ ہم اس اشتہار کو من وعن درج کر دیتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ مرزائے قادیان نے کتنی پست ذہنیت کا مظاہرہ کیا جو ایک ادنیٰ ترین مسلمان بھی پسند نہیں کر سکتا۔ اشتہار درج ذیل ہے :

قابل توجہ گورنمنٹ از طرف مہتمم کاروبار تجویز تعطیل جمعہ

مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

چونکہ قرین مصلحت ہے۔ کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے لئے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو در پردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دار الحرب قرار دیتے ہیں اور ایک چھپی ہوئی بغاوت کو اپنے دلوں میں رکھ کر اندرونی بیماری کی وجہ سے فرضیت جمعہ سے منکر ہو کر اسکی تعطیل سے گریز کرتے ہیں، لہٰذا یہ نقشہ اس غرض سے تجویز کیا گیا کہ اس میں ان ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں جو ایسے باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں۔ اگرچہ گورنمنٹ کی خوش قسمتی سے برٹش انڈیا میں مسلمانوں میں ایسے لوگ معلوم ہو سکتے ہیں جن کے نہایت مخفی ارادے گورنمنٹ کے خلاف ہیں۔ اس لئے ہم نے محسن گورنمنٹ کی پولیٹیکل خیر خواہی کی نیت سے اس مبارک تقریب پر یہ چاہا کہ جہاں تک ممکن ہو ان شریر لوگوں کے نام ضبط کئے جائیں جو اپنے عقیدے سے اپنی مفسدانہ حالت کو ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ جمعہ کی تعطیل کی تقریب پر ان لوگوں کا شناخت کرنا ایسا آسان ہے کہ اس کی مانند ہمارے ہاتھ میں کوئی بھی ذریعہ نہیں وجہ یہ ہے جو ایک ایسا شخص ہو جو اپنی

نادانی اور جہالت سے برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتا ہے، وہ جمعہ کی فرضیت سے ضرور منکر ہوگا۔ اور اسی علامت سے شناخت کیا جائے گا کہ وہ درحقیقت اس عقیدہ کا آدمی ہے، لیکن ہم گورنمنٹ میں باادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک پولیٹیکل راز کیطرح اس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں گے جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب کرے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی ان نقشوں کو ایک ملکی راز کیطرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی اور بالفعل یہ نقشے جن میں ایسے لوگوں کے نام مندرج ہیں گورنمنٹ میں نہیں بھیجے جائیں گے صرف اطلاع دہی کے طور پر ان میں سے ایک سادہ نقشہ چھپا ہوا جس پر کوئی نام درج نہیں فقط یہی مضمون درج ہے، ہمراہ درخواست بھیجا جاتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کے نام معہ پتہ و نشان یہ ہیں [1]:-

نمبر شمار	نام معہ لقب و عہدہ	سکونت	ضلع	کیفیت

ان حقائق کی روشنی میں یہ بات کسی شک و شبہ کے بغیر عیاں ہے کہ مرزا قادیانی کا تعطیل جمعہ کے لئے برطانوی حکومت کو عرضداشت پیش کرنے کا مقصد آزادی پسند علماء کی جاسوسی اور مخبری کرنا تھا اور چونکہ وہ ہندوستان کو دارالحرب سمجھتے ہوئے جمعہ کی فرضیت کے قائل نہ تھے اس لئے مرزا صاحب نے انگریز کی توجہ اس دینی مسئلے کیطرف مبذول کرائی اور اس ذلیل جاسوسی کے لئے اپنی خدمات پیش کیں اور پورے ہندوستان کے حریت پسند علماء کا ایک ریکارڈ تیار کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ ہندوستان کا کوئی غیرت مند مسلمان ایسی پست ذہنیت کا مظاہرہ نہ کرسکتا تھا۔ یہ اعزاز قادیان کے سیاسی اجیر کو حاصل ہوا کہ اس نے اسلام کے ایک مقدس دن کو سامراج کی وفاداری کے لئے کسوٹی کے طور پر پیش کرنے کے لئے تعطیلِ جمعہ کی تجویز کا کھڑاگ رچایا۔

---

[1] میر قاسم علی قادیانی، تبلیغ رسالت، جلد پنجم، قادیان، ص ۱۲

معزز مضمون نگار سے گذارش ہے کہ الحق کے کاتب کی سہولت کیلئے اپنے آئندہ مضامین کے مسودات میں اپنے الفاظ اور اقتباسات کو اسطرح تحریر فرمائیں کہ دونوں نمایاں طور پر الگ الگ نظر آئیں تاکہ دورانِ کتابت مضمون کی سیٹنگ بآسانی اور صحیح طریقہ سے ہوسکے۔ شکریہ۔ (ادارۃ الحق)

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

چاند کی سطح پر

قرآنِ پاک کا نسخہ

اب اس امر کا انکشاف ہوا ہے کہ اپالو ۱۵ کے ذریعہ چاند کی سطح پر قرآنِ پاک کا ایک نسخہ بھی اتارا گیا تھا۔ یہ مصری سائنسدان ڈاکٹر فاروق الباز نے کیا ہے۔ جو واشنگٹن میں طبقات ارضی واجرام فلکی سے متعلق ریسرچ سنٹر کے ڈائرکٹر ہیں۔ اور پچھلے دنوں قاہرہ کے دورے پر آئے تھے۔ ڈاکٹر الباز نے ... صدر سادات سے ملاقات کی اور ان کو اس قرآنِ پاک کا ایک ورق پیش کیا جو امریکی خلائی جہاز اپالو ۱۵ کے ذریعہ چاند پر بھیجا گیا تھا۔ ڈاکٹر فاروق نے صدر سادات کو مریخ کی وادی قاہرہ کا ایک ماڈل بھی پیش کیا۔ مریخ کی یہ وادی مصر کی راجدھانی سے موسوم کی گئی ہے۔ اور اس کا نام وادئ قاہرہ رکھا گیا ہے۔ صدر سادات کو عرب ممالک کی ایک رنگین تصویر بھی پیش کی گئی جو چاند کی سطح سے لی گئی تھی۔ چاند کی ایک تصویر بھی صدر سادات کو پیش کی گئی جس میں وہ عظیم دراڑ دکھائی گئی ہے جو چاند کی سطح پر پائی جاتی ہے جس کو سائنسدانوں نے عرب دراڑ کا نام دیا ہے۔ ڈاکٹر فاروق الباز نے اپالو ۱۵ کی پرواز قمر کی منصوبہ بندی کی تھی وہ ہندوستان جاتے ہوئے مختصر مدت کیلئے قاہرہ میں ٹھہرے۔ ہندوستان وہ انڈین اسپیس ریسرچ سنٹر کی میٹنگوں میں شامل ہوں گے۔

مسٹر فاروق الباز نے صدر سادات کو ان عربی الفاظ کا ریکارڈ بھی پیش کیا جو اپالو ۱۵ کے خلابازوں نے اہلِ زمین کو تسلیمات پیش کرتے ہوئے کہے تھے۔ "مرحبا اہل الارض مین اینڈیور سلام" یاد رہے اینڈیور اس خلائی جہاز کا نام تھا جو اپالو ۱۵ کے ذریعہ چاند کی سطح پر اتارا گیا تھا۔ صدر سادات نے یہ تمام یادگاریں مصری سائنٹیفک ریسرچ سنٹر کے شعبہ خلابازی میں رکھنے کے لئے دیدی ہیں۔ حکومتِ مصر یہ شعبہ قائم کرنے کی اسکیم بنا رہی ہے۔

چاند کی سطح پر دراڑ جس کو سائنسدانوں نے "عرب دراڑ" کا نام دیا ہے۔ شق القمر کے مشہور اور تاریخی معجزہ سے متعلق کی جاتی ہے۔ اور عام طور پر کہا جاتا ہے کہ چاند کے دونوں ٹکڑے انشقاق قمر کے بعد جب باہم پیوست ہوئے تو یہ دراڑ رہ گئی تھی۔

(الجمعیۃ۔ دہلی)

علامہ اقبالؒ اور دانشورانِ پشاور

سیّد فیروز شاہ اثر گیلانی

تاریخ اس بات پر شاہد ہے۔ کہ خطۂ صوبہ سرحد ہمیشہ ہی سے علوم دفنون اور تہذیب وتمدن کا گہوارہ رہا ہے۔ کیونکہ اس علاقے میں ایک ایسی یونیورسٹی پائی جاتی ہے۔ جو دنیا کی ایک عظیم الشان یونیورسٹی میں شمار کی جاتی ہے۔ اس سرزمین سے ایسے ایسے عظیم المرتبت اور جلیل القدر دانشور اور اہل فن پیدا ہوئے۔ جن کے نام آج بھی تاریخ کے اوراق میں سنہری حروف میں لکھے جاتے ہیں۔ صوبہ سرحد میں پشاور شہر ایسے سنگم پر واقع ہے۔ جہاں پر افغانستان۔ ترکستان۔ چین اور دیگر غیر ممالک سے تشنہ گانِ ادب اپنی علمی وادبی پیاس بجھانے آتے ہیں۔ محکمہ آرکیالوجی کی کوششوں سے جو آثار قدیمہ دریافت کیئے گئے ہیں۔ وہ اس بات کے گواہ ہیں۔ کہ صوبہ سرحد قبل مسیح میں فن کشتی سازی فن سنگ تراشی۔ فنِ اسلحہ سازی کے لیئے تمام دنیا میں ممتاز تھا۔ اور یہاں کے ماہرینِ فن اپنی فنی صلاحیتوں اور کاوشوں کا سکہ دنیا والوں سے منوا چکے تھے۔ کہا جاتا ہے۔ جب مشہور چینی سیاح فاہیان آیا۔ تو اس وقت پشاور شہر میں ایک مشہور بدھ یونیورسٹی موجود تھی۔ علامہ اقبالؒ شروع ہی سے اس خطے کے باشندوں یعنی افغانوں کے معتقد تھے۔ اور آپؒ نے اپنے کلام میں عظیم مجاہد افغان شاعر خوشحال خان خٹک کو سراہا۔ اور اپنے کلام میں ان کے پیغام کو یوں سنایا۔

قبائل ہوں ملّت کی وحدت میں گم ۔۔ کہ ہو نام افغانیوں کا بلند
محبّت مجھے اُن جوانوں سے ہے ۔۔ ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند
مغل سے کسی طرح کمتر نہیں ۔۔ قہستان کا یہ بچہ ارجمند
کہوں تجھ سے اے ہم نشین دل کی بات ۔۔ وہ مدفن ہے۔ خوشحال خان کو پسند

اڑا کر نہ لائے جہاں بادِ کوہ
مغل شہسواروں کی گرد سمند

پشاور میں جن اقبالی مشاہیر ادب کا اسم گرامی سر فہرست لکھا جاتا ہے۔ ان میں بابائے پشتو قاضی عبدالحلیم اثر افغانی، علامہ فضل حق شیدا، سید عبدالرؤف ایم اے، محمد نواز طائر، محمود سرحدی مرحوم یہ مشاہیر شروع ہی سے علامہ اقبالؒ کی زندگی کے ہر پہلو پر نظم و نثر میں لکھ چکے ہیں۔

بابائے پشتو قاضی عبدالحلیم اثر افغانی

قاضی صاحب افغانوں کے قبیلہ سالار زئی کے ایک شریف علمی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم حضرت سید محمد اسمعیل گیلانی طور دیؒ سے حاصل کی۔ آپ نہایت نرم طبیعت، صوفی منش بالغ نظر، وسیع القلب، سادہ وضع، پابند شریعت اور سب کے غمخوار ہیں۔ پشتو ادب کے شہنشاہ ہیں آپؒ نے پشتو ادب کے ہر پہلو تنقید، انشائیہ، مکتوب نگاری، تاریخ، فیلالوجی علوم روحانیات، آثاریات سب پر قلم اٹھایا۔ اور اپنے اسلوب نگاری و طرز فکر کی بدولت ایسا نقش چھوڑا ہے۔ کہ پشتو میں جب بھی یہ موضوعات و مسائل علمی و فنی انداز سے زیر بحث آئیں۔ علامہ اثر افغانی کا اسم مبارک ضرور لیا جائے گا۔ اثر افغانی علامہ اقبالؒ کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ آپؒ نے ان کی کتاب بالِ جبریل کا ترجمہ پشتو میں کیا۔ علامہ اقبالؒ کے چند اشعار جو علامہ اثر افغانیؒ نے پشتو میں ترجمہ کیے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

پشتو ترجمہ		اشعار
دَحساب پہ ورځ چہ پیش شی دَعمل دفترے تاتہ	۱	روزِ حساب جب مرا پیش ہو دفترِ عمل
ہم کچہ شہ پہ سے پخپلہ اد ہم ما پہ سے شرمسار کرہ		آپ بھی شرمسار ہوں مجھ کو بھی شرمسار کر
دے اوچت مقام دشوق تہ فرښتے رسیدے نہ شی	۲	مقامِ شوق ترے قدسیوں کے بس کا نہیں
دغہ کار دھغہ چا دے چہ پہ لور ہمت دی یاد		انھیں کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں بلند
ستا امام مے بے حضورہ ستا نمانځہ کینے سرور نشتہ	۳	تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے سرور
نہ دے ھسے نمانځہ تیر شہ لہ دے ھسے امام تیر شہ		ایسی نماز سے گذر، ایسے امام سے گذر
خپل زړهٔ او پوښتنہ مسلہ! لہ ملانہ تپوس مہ کړہ	۴	اے مسلمان! اپنے دل سے پوچھ، مُلّا سے نہ پوچھ
واللہ لہ بندہ کالو خالی دے شہ حرم		ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں خالی حرم
چہ دی عشق نو بیا نہ پوھہ شہ کفر ہم مسلمانی دہ	۵	اگر ہو عشق، تو ہے کفر بھی مسلمانی
کہ عشق نہ وی مسلمان بیا دے کافر زندیق ہرھشہ		نہ ہو، تو مردِ مسلمان بھی کافر و زندیق
دحرم داستان عجب دے ہم ساده دے ہم رنگین دے	۶	غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم

نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہے اسماعیلؑ ٭ انتہا دے حسین دہ ، ابتدائے اسمٰعیلؑ

ایک جگہ علامہ اقبالؒ کے متعلق لکھتے ہیں ٭

ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ برہمن نسل سے تعلق رکھتے ہیں ۔ اور قرآن مجید کی یہ آیت " وجعلنا فی ذریتھما النبوۃ والکتاب والحکمۃ ٭ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے دونوں بیٹوں کی نسل میں نبوت اور حکمت ودلیعت کر رکھی تھی ۔ چونکہ حضور کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبوّت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے ۔ تاہم حکمت کا سلسلہ بند نہیں ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ کہ علامہ اقبالؒ کے اشعار و افکار اسی حکمت کے پرتو ہیں ۔ اقبال رُومی کے شاگرد ہیں ۔ اور رُوحانی طور پر آپ کے فیض یافتہ ہیں ۔ لوگ اقبال کو رُومی کے افکار کا ترجمان بتاتے ہیں ۔ لیکن مَیں اقبال کو حقیقت میں رومی کے دل کا ترجمان سمجھتا ہوں ۔ اور مَیں اقبالؒ کے اونچے عرفانی مقام شناسا ہوں اور اسے اچھی طرح جانتا ہوں ٭

دوسری جگہ علامہ اقبالؒ کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں ۔

اثر افغان کہ شہرت غیر مبہم ٭ یکے سوزے زسوزت شد نصیبم

فضل حق شیدا

شیدا ضلع پشاور کے گاؤں محمود آباد کے رہنے والے ہیں ۔ صاحب ذوق اور خوش فکر انسان ہیں ۔ اور علامہ اقبالؒ کی ذات سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں ۔ فقیر سید وحید الدین بخاری لاہوری نے اپنی کتاب " انجمن " میں فضل حق شیدا کی ملاقات حضرت علامہ اقبالؒ کے ساتھ یوں بیان کی ہے ۔

شیدا صاحب نے بیان کیا ۔ کہ ہمیں جس کمرے میں لے جایا گیا ۔ اُسے دیکھ کر ہم بہت متاثر ہوئے ۔ کمرے کا ساز و سامان حیرت کا ایک مرقع تھا ۔ پھٹی پرانی دری فرش پر بچھی ہوئی ، موند سیٹ پرانا ۔ کونے میں ایک پلنگ پر حضرت علامہ اقبالؒ نیم دراز تھے ۔ بدن پر ململ کی قمیص اور تہمند ۔ حُقہ سامنے رکھا ہوا تھا ۔ مجھے حیرت ہوئی ۔ جس شخص کی شہرت اور ناموری کے دُنیا میں جھنڈے گڑھے ہوئے ہیں ۔ وہ کیسی قلندرانہ بلکہ فقیرانہ زندگی گزارتا ہے ۔ ہمیں دیکھ کر علامہ اقبالؒ نے فرمایا ۔ تم پٹھان طالب علم ہو ۔ مَیں تم سے گلے ملنا چاہتا ہوں ۔

علامہ فضل حق شیدا نے اپنی عقیدت اور محبت کے پھول علامہ اقبالؒ پر ایک نظم میں یوں نچھاور کیے ہیں ۔

لیلائے وطن کا یہی شکوہ ہے زباں پر ٭ بیکاروں کی محفل میں پیام اپنا سُنا مت

گیسوئے پریشان کے لیے شانہ نہیں ہے ٭ یہ درس عمل ہے ۔ کوئی افسانہ نہیں ہے

ہے عہدِ نوی پاس ترے ہے مئے کہنہ ۔ ظلمت کدۂ ہند میں اک شمع جلا کر
بادۂ نو سے تیرا پیمانہ نہیں ہے ۔ تو نے غلطی کی، کوئی پروانہ نہیں ہے

سیّد عبدالرؤف ایم اے

پشتو زبان کے مایۂ ناز ادیب و انشاء پرداز ہیں۔ انھیں رحمٰن بابا اور علامہ اقبالؒ سے جو عقیدت ہے۔ وہ محتاج تعارف نہیں۔ اپنے ایک مضمون "د رحمان شعر" ماہوار پشتو بابت ماہ اپریل ۱۹۷۰ء میں رحمان اور اقبال کا آپس میں موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ صوفیائے کرام

صوفیائے کرام عشق کے تین مراتب بتاتے ہیں۔ مقامِ وصل۔ مقامِ فصل۔ مقام بین الوصل والفصل رحمٰن بابا وصل اور فصل کے مسئلہ پر بہت استجاب کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ ذرا علامہ اقبالؒ کے تصور کے ساتھ موازنہ کیجیے۔

رحمٰن:۔ لہ ادب ئے د رخ نہ لنتے نشم !
خدائے را پیښہ جدائی کړہ پہ ملت کښے۔

اقبالؒ:۔ ہم اس میں محو وہ سب سے علیحدہ
آئینے میں آب نہ آئینہ آب میں

رحمٰن:۔ ما پہ ھجر کښے لذت وو مال بسیا مونند
ملاقی شوم لہ یوسف پہ زندان کښے،
لکہ متن لہ معنیٰ، معنیٰ لہ متنہ، ما
یار ھم ھسے دسے زما پہ دل و جان کښے

اقبالؒ جہاں غیر از تجلیہائے ما نیست
کہ بے جلوہ نور و صدا نیست
نہ او بے ما، نہ ما بے او چہ حال است
فراق ما فراق اندر وصال است

محمّد نواز طائر ایم اے

صوبہ سرحد کے ممتاز ادیب انشاء پرداز ہیں۔ پشتو اکیڈمی پشاور کے ماہوار رسالہ "پښتو" کے ایڈیٹر ہیں۔ انھیں علامہ اقبالؒ سے عقیدت ہے۔ وہ محتاج تعارف نہیں۔ آپ نے متعدد مضامین اسلام اور علامہ اقبالؒ کی عقیدت میں فرماتے ہیں اقبالؒ کا جذبہ مومن کا جذبہ ہے۔ ان کی زبان مومن کی زبان ہے۔ جو کچھ اس کی قلم نے لکھا ہے

باقی صـ۳۳ پہ

مولانا حافظ محمد نعیم صدیقی ندوی۔ ایم اے

کردار شکنی کا المیہ

رشوت رشوت ہر اس معاوضہ کو کہتے ہیں جو کسی فرض منصبی کی ادائیگی، واجب کام کی انجام دہی اور ناحق و ناجائز کام کرنے کے لیے نقد رقم یا کسی دوسری چیز کی شکل میں وصول کیا جاتا ہے۔ یہ تعریف تو ایک عام اور کثیر الوجود رشوت کی ہے۔ ورنہ اگر رشوت کے مفہوم کی وسعت کو دیکھا جائے تو اس میں اور بھی صورتیں آجائیں گی۔ مثلاً کوئی عہدہ دار اپنے منصب و عہدہ کی بنا پر کسی سے بلا استحقاق کوئی ایسا مفاد حاصل کرے کہ اگر وہ اس عہدہ پر نہ ہوتا تو وہ مفاد اسے حاصل نہ ہو سکتا۔ یہ بھی درحقیقت ایک قسم کی رشوت ہے۔ آج ہر محکمہ کے ذمہ دار اس رشوت میں ملوث نظر آتے ہیں۔ اور خال خال ہی کوئی ایسا افسر مل سکتا ہے۔ جو اس نوع کی رشوت سے اپنی پاکدامنی کا دعویٰ کر سکے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

یاتی علی الناس زمان لا یبالی المرء ما اخذ أمن الحلال ام من الحرام	لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی پرواہ ہی نہ کرے گا کہ وہ کیا لے رہا ہے۔ حلال سے یا حرام سے

آج مرور وقت کے ساتھ عرب کے اس صاحب وحی اُمّی نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اس پیشن گوئی کے مظاہر گوناگوں نئے عنوانات کے ساتھ نظر کے سامنے آتے جا رہے ہیں۔ آج کا ہر فرد مشین کے مانند کسب مال کے لیے گردش میں ہے۔ وہ ہمہ وقت صرف اس فکر میں سرگرداں و غلطاں رہتا ہے کہ کس طرح بیش از بیش مال اسے حاصل ہو جائے۔ وہ کبھی بھول کر بھی یہ سوچ بچار اپنے حاشیہ دماغ میں نہیں لاتا کہ حصول

مال کا یہ طریقہ جائز ہے یا ناجائز، مناسب ہے یا نامناسب، حرام ہے یا حلال؟؛
یہی اور صرف یہی وجہ ہے کہ آج انسانی زندگی پر حرص و آز کی فرمانروائی ہے۔ کم کمانے والا زیادہ مال حاصل کرنے کے لیے ساعی ہے۔ اور زیادہ مال رکھنے والا بیش از بیش دولت حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کر رہا ہے۔ اور اس کے لیے بلا کسی خوف و تذبذب پوری آزادی کے ساتھ تمام ناجائز طریقوں کو استعمال کر رہا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج دولت سے برکت یکسر ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ جس راہ سے مال کی ریل پیل ہوتی ہے دیکھتے ہی دیکھتے وہ اسی راہ پر رخصت ہو جاتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔
"جو شخص حرام کا مال کھاتا ہے۔ اس میں برکت نہیں دی جاتی۔ اور اس کا صدقہ قبول نہیں کیا جاتا، اور جو کچھ وہ پیچھے چھوڑ جاتا ہے وہ اس کے لیے دوزخ کا ایندھن بنا دیا جاتا ہے۔"

رشوت — قرآن میں

خداوند قدوس نے انسان کو رزق حلال حاصل کرنے کا حکم فرمایا ہے تاکہ ہر شخص اپنی ضروریات حلال سے پوری کرے اور حرام کی طرف اس کی نگاہ بھی نہ اُٹھے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:۔

یاایھا الذین آمنوا کلوا من طیبات مارزقناکم واشکروا للہ ان کنتم ایاہ تعبدون۔ (بقرہ ع ۲۰)	مسلمانو! ہم نے تم کو جو رزق طیب دے رکھا ہے اس کو بے تامل کھاؤ اور (اس کے دینے والے) اللہ کا شکر کرو اگر تم اسی کی بندگی کا دم بھرتے ہو۔

دوسری جگہ فرمایا:۔

یاایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً ولا تتبعوا خطوات الشیطان إنہ لکم عدو مبین (البقرۃ رکوع ۲۰)	لوگو! زمین میں جو چیزیں حلال طیب (قسم کی) ہیں۔ ان میں سے اجر چاہے بے تامل کھاؤ اور شیطان کی اتباع نہ کرو وہ تو تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

علاوہ ازیں قرآن مجید نے رشوت کی حرمت کو مستقل طور پر بھی واضح کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقاً من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون (البقرۃ — ۲۳)	اور آپس میں ناحق ایک دوسرے کے مال کو خورد برد نہ کرو۔ اور نہ مال کو حاکموں کے پاس رسائی پیدا کرنے کا ذریعہ بناؤ۔ تاکہ لوگوں کے مال میں سے (تھوڑا بہت جو) کچھ ہاتھ لگے اس کو جان بوجھ کر ناحق ہضم کر جاؤ۔

آیت مذکورہ بالا میں " اَکل " درحقیقت " اَخذ " کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ یعنی مال کو ناجائز طریقہ سے لینا اور کسی طرح بھی اپنے تصرف میں لے آنا ـــــ یہ مطلب نہیں کہ اگر اس مال کو کھایا نہ جائے بلکہ کسی اور مصرف میں استعمال کرلیا جائے تو وہ جائز ہو جائے گا۔ چونکہ عمومی طور پر مال کے حصول کا مقصد اسے اپنی اور متعلقہ خاندان کی معیشت کو خوشحال بنانا ہوتا ہے۔ اس لیے قرآن نے یہاں " اَکل " کا لفظ استعمال کیا۔ عام طور پر مفسرین نے اس لفظ کو " اَخذ " کے معنی پر محمول کیا ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی آیت زیر نظر کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں کہ

المراد من الأكل ما يعم الأخذ والإستيلاء۔[1]	یہاں اکل کا مفہوم لینے اور قبضہ میں کر لینے کو عام ہے۔

علامہ رشید رضا مصری لکھتے ہیں۔

المراد بالاكل مطلق الأخذ والتعبير من الأخذ بالأكل معروف في اللغة تجوزوا فيه قبل نزول القرآن۔[2]	یہاں اکل سے مراد مطلق لینا ہے اور یہ لغت عرب میں معروف ہے اہل عرب نزول قرآن سے پہلے سے مجاز کے طور پر " اکل " کو " اخذ " کے معنی میں استعمال کرتے تھے۔

ہمارے محترم مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے اس آیت کی تفسیر میں یہی بات اور زیادہ وضاحت کے ساتھ لکھی ہے ـــــ فرماتے ہیں :-

" اکل یہاں لفظی معنی میں نہیں یعنی صرف " کھانا " مراد نہیں بلکہ کسی طرح بھی اپنے تصرف میں لے آنا ہے۔ اردو میں محاورہ بھی ایسے موقع پر بولتے ہیں فلاں صاحب روپیہ کھا گئے یا رقم ہضم کر گئے اور بالباطل سے ہر ناجائز طریق مراد ہے .... وہ مال (حلال) بھی باطل ہی کے حکم میں آتا ہے جو اس کے مالک سے اس کی خوشدلی کے بغیر حاصل کیا جائے۔ گو مالک اسے خوشی سے دے رہا ہو لیکن شریعت نے اس امر کو ناجائز قرار دیا ہو "[3]

آیت بالا میں اموالکم کا لفظ قرآن کی بلاغت کا ایک نمونہ ہے حکم فرمایا۔ " اپنا مال نہ کھاؤ " بظاہر رشوت لینے والا دوسرے کا مال حاصل کرتا ہے لیکن درحقیقت وہ اپنے ہی مال کو غیر مناسب طریقہ

---

[1] روح المعانی ج۵ ص ۲۰ [2] تفسیر المنار ج۵ ص ۹۱ [3] تفسیر ماجدی ج۱ ص ۳۱ (پہلا ایڈیشن)

سے غصب کر رہا ہے۔ کیونکہ "انما المومنون اخوة" کے اصول کے تحت ملت کے تمام افراد ایک ہی برادری سے متعلق ہیں۔ ان میں باہم اس طور پر اسلامی اخوت پائی جاتی ہے کہ ایک انسان کی کوئی چیز درحقیقت پوری قوم کی ملکیت ہے۔ اس کی مثالیں قرآن میں دوسرے مقامات پر بھی موجود ہیں مثلاً لا تقتلوا انفسکم اور لا تلمزوا انفسکم۔ اسی طرح کسی بھی فرد کے مال، جان اور آبرو کا احترام اور حفاظت اصل میں اپنے مال، جان اور آبرو کا احترام اور حفاظت ہے۔ اس لیے اس میں ناجائز و باطل طریق کا استعمال کس طرح جائز و مناسب ہو سکتا ہے۔

اور "باطل" کا مطلب یہ ہے کہ اس مال کے مقابل میں کوئی حقیقی شے نہ ہو جسے اس مال کا معاوضہ قرار دیا جا سکے۔ مثال کے طور پر ایک پیشکار کا یہ فرض منصبی ہے کہ وہ عوام کی درخواستوں اور شکایات کو حاکم کے روبرو پیش کرے۔ اب اگر وہ کسی شخص سے درخواست پیش کرنے کا کچھ "حق الخدمت" لیتا ہے تو یہ رشوت ہے اور قطعی ناجائز اور حرام۔ کیونکہ درخواست پیش کر کے تو اس نے اپنا فرض منصبی انجام دیا جس کی تنخواہ وہ ماہ بماہ حکومت سے وصول کرتا ہے۔ اب یہ حق الخدمت کے نام سے معاوضہ کے مقابل کوئی بھی چیز باقی نہیں رہتی۔ لہذا اس کے جواز کا کوئی سوال نہیں۔ علامہ رشید رضا لکھتے ہیں:۔

أما الباطل فهو ما لم يكن في مقابله	باطل وہ ہے کہ جس کے مقابلہ میں کوئی حقیقی چیز
شئ حقيقي .... فقد حرمت	موجود نہ ہو .... شریعت نے بغیر کسی حقیقی
الشريعة اخذ المال بدون	چیز کے مقابل میں ہوئے مال لینے کو جیسا کہ
مقابلة حقيقية[1]	رشوت میں ہوتا ہے، حرام قرار دیا ہے۔

مفسر ابوحیان اندلسی نے لکھا ہے کہ بالباطل سے مراد یہ کہ اموال کو کسی ایسے طریق سے لیا جائے جو مشروع اور جائز نہیں ہے۔ وہ رقمطراز ہیں:۔

فيدخل في ذلك الغصب والنهب	چنانچہ اس میں لوٹ کھسوٹ، جوا، کاہن کی مٹھائی
والقمار وحلوان الكاهن والخيانة	خیانت، رشوت، نجومیوں کا معاوضہ، اور ہر وہ
والرشا وما يأخذه المنجمون وكل	چیز داخل ہے جس کے لینے کی شریعت نے اجازت
مالم يأذن في اخذه الشرع[2]	نہیں دی ہے۔

---

[1] تفسیر المنار ج ۲ ص ۱۸۹ و ۱۹۰ [2] البحر المحیط ج ۲ ص ۵۶

تفسیر خازن میں ہے کہ ظلم کرنا، چوری کرنا، ڈاکہ ڈالنا، رہزنی کرنا، جوا کھیلنا، گانے بجانے کو ذریعہ روزگار بنانا، لہو ولعب کے ذریعہ روزی کمانا، رشوت لینا، جھوٹی گواہی دینا، جعلی دستاویز تیار کرنا، دروغ حلفی کرنا، حاکموں کو نذر ونذرانے اور ہدایا وتحائف پہونچانا، ان کی دعوتیں کرنا اور امانت میں خیانت کرنا یہ سب چیزیں "ناجائز طریق" (بالباطل) کی تعریف میں داخل ہیں۔[1]

رشوت احادیث میں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سماج وسوسائٹی سے تمام برائیوں کی جڑ کاٹتے ہوئے رشوت پر شدید نکیر فرمائی ہے اور رشوت لینے اور دینے دونوں کو موجب لعنت فعل قرار دیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی[2] رشوت لینے اور دینے والے دونوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی فی الحکم[3] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حق میں فیصلہ حاصل کرنے کے لیے رشوت دینے والے پر اور اس رشوت کے لینے والے پر لعنت فرمائی۔

اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ
لعن اللہ الآکل والمطعم الرشوۃ[4]	جل شانہ کی لعنت ہے رشوت کھانے اور کھلانے
	والے پر۔

اور نہ صرف رشوت لینے دینے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔ بلکہ وہ شخص جو ان دونوں کے درمیان معاملت اور دلالی کا کام کرتا ہے۔ اس کو بھی اسی سزا کا مستوجب قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی
الراشی والمرتشی والرائش الذی	رشوت لینے والے اور دینے والے پر نیز ان دونوں
بینھما[5]	کے درمیان معاملت کرنے والے پر

---

[1] تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۴۰ [2] جامع ترمذی ابواب الاحکام ص ۱۵۹۔ [3] جامع ترمذی ص ۱۵۹ [4] کنز العمال ج ۳ ص ۲۱۰ [5] مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۲۷۹

رشوت اور حکام سطور بالا میں رشوت سے متعلق قرآن کریم کی جو آیت درج کی گئی ہے اس میں تحریم رشوت کے ساتھ حکام کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ معاشرہ میں سب سے زیادہ حکام ہی اس میں ملوث پائے جاتے ہیں۔ آج بھی عدالتوں میں، کچہریوں میں، سرکاری اور نیم سرکاری دفاتر میں اور پرائیوٹ تجارتی اداروں میں غرض ہر جگہ رشوت کی گرم بازاری اور نت نئی شکلوں میں اس کا دور دورہ نظر آتا ہے۔ کہیں بالواسطہ اور کہیں بلاواسطہ، کہیں نقد اور کہیں دوسرے ناجائز مفاد کی شکل میں۔ حالانکہ ہر محکمہ کا ذمہ دار درحقیقت عوام اور رعایا کے حقوق کا پاسبان اور اپنے شعبہ کا امین ہے۔ اگر وہ اپنے اس فرض میں کوتاہی اور خیانت کا ارتکاب کرتا ہے تو درحقیقت حقوق اللہ کے توڑنے کے ساتھ حکومت کی عمارت میں شگاف ڈالنے کا مرتکب ہوتا ہے۔

رثاء الشیخ محمد یوسف البنوریؒ

—— رضاء الحق مردانی ——

الی کم ذا التغافل والتکاسل	یمر بک الدهور وانت غافل
هی الدنیا کقنطرة فمنها	الی الاجداث یرحل کل راحل
فوا اسفا علی نعماء دنیا	فکل نعیمها کالظل زائل
نعی الناعی بنا فی وقت ضحو	ففقید المثل لیس له مماثل
بموت الشیخ یوسف رکن شرع	تخربت المجالس والمحافل
ترحل زاهد ورع جواد	بصیر فی العواقب ثم باسل
تلقی فی بشاور من شیوخ	وحظا وافرا فی ملک کابل
بدیوبند اتم لاخذ علم	وصار محدثا فی مصر دابهل
فتدریس وتهلیل وذکر	وتصنیف الکتاب له مشاغل
باکناف لنسل القادیانی	حسام صارم کالسم قاتل
وقام بجولة مع سقم جسم	وبلغ فی البلاد وفی القبائل
وصرح کیدهم وقضی علیهم	بحفلات تعم فلا تجادل
واسس کلیة للدین فیها	تری من کل ناحیة قنابل
وغاص بحور علم للآلی	وحاز جمان فضل والشمائل
ترعرع کاملا فی کل فن	سقی خلق الاله من المناهل
وخاف الله فی سر وجهر	وکافح طول عمر کل باطل
تروی من حسین احمد بهند	وبالغ منه فی کل السلاسل
خلیفة اشرف وسماء علم	تغلغل کالبحور بلا سواحل
تعطف النور العلماء علیه	تفرس فیه اصناف الفضائل

تلألأ فی جبینك شمس فضل ... وآت النجابة والمخائل

جلال فی جمال فی کمال ... کبدر فی السماك من المنازل

وقام بخدمة الدین المتین ... الی العلماء والطلباء مائل

وامضی عمره سبعین عامًا ... لیسهل ما عراه من المعاضل

ودرس مخلصا من جذ قلب ... وشمّر فالعالشکوك جاهل

وطار الصیت فی عرب وعجم ... کصیت السحر فی احیاء بابل

ادیب الدهر کنت لبید عصر ... ملاذ الناس فی کشف النوازل

بنمط بارع شرح الحدیث ... یشیر الیه کل بالانامل

مجلانا معارف ترمذی ... بجید الترمذی ناط الحمائل

فهذا الشرح لیس له نظیر ... لانواع المعارف ذالك حافل

فاحفظ منك لم اسمع بارض ... واتقن منك فی ضبط المسائل

واحوط منك فی الغبراء قط ... واسبق منك فی حل المشاکل

فرحمة ربنا مادام دنّت ... وغنّت فی البساتین العنادل

علی طود العلوم وبحر فضل ... وحجة ربنا فی الورع کامل

ونور قبرهٗ واجعل ثراه ... حدیقة جنة والعفو وابل

واخلص یا رضا الرضاء حق ... وجانب کل حین عن رذائل

واعد قبل موتك صالحات ... لنفسك لاتوان ولا تساهل

سائنس اور مذہب

چھلانگ لگاتے ہوئے عبور کیا۔ وہ FORWARD (یعنی قدم بڑھاؤ) کا نعرہ لگا رہی تھی۔ نپولین کے سپاہیوں نے اسے گولی ماردی اور لڑکی مردہ ہوکر گر پڑی۔ بارتھولڈی کو سکتہ ہوگیا۔ اس دن سے بارتھولڈی کے لئے وہ مشعل بردار نامعلوم لڑکی آزادی کا نشان قرار پائی۔ (ریڈرز ڈائجسٹ بابت ماہ جولائی ۱۹۷۷ء صـ۶) ——— اسی کی یاد میں اس نے آزادی کا مجسمہ بنایا جو اس لڑکی کا ہمشکل ہے، اور اس مجسمہ کو فرانس سے بحری جہاز پر امریکہ لے جایا گیا۔ غرضیکہ نپولین پر آزادی کا دشمن ہونے کی مہر فرانس اور امریکہ کے عوام نے ثبت کردی اور وہ مظلوم لڑکی آزادی کا مجسمہ قرار پاگئی۔ (باقی آئندہ)

تعارف و تبصرۂ کتب

ادارہ

مولانا مفتی محمود حیات و خدمات | از جناب نعیم آسی صاحب ۔ ناشر: مسلم اکادمی وزیر پورہ سیالکوٹ ۔
قیمت ۲۰/- روپے ، صفحات : ۲۷۲

عہد حاضر کے ایک جید اور ذی حمیت عالم دین ایک زیرک سیاستدان ایک عالی دماغ مفکر و مدبر مولانا مفتی محمود صاحب سربراہ قومی اتحاد کہ ہمہ جہتی سوانح ، علمی ، دینی ، سیاسی اور قومی و ملی خدمات کا حسین مرقع ایک سلجھے ہوئے صاحب قلم جناب نعیم آسی صاحب کے قلم سے جو اپنی کتاب اقبال اور قادیانی پر علمی حلقوں سے خراج تحسین پا چکے ہیں ۔ پیش نظر کتاب حضرت مفتی صاحب کی سوانح میں تسلسل جامعیت اور حسن ترتیب کے لحاظ سے سب سے عمدہ سوانح ہے نہ صرف مفتی صاحب کی بلکہ ان کی جماعت ـــــ جمعیت العلماء اسلام کی بھی اہم تاریخ اس میں آگئی ہے ۔ ملک ۳۰ سال سے جن نازک حالات اور بحرانوں سے گذرا ہے ۔ اس میں حضرت مفتی صاحب اور ان کی جماعت کے بے داغ اور عاقبت اندیشانہ اور مدبرانہ کردار اور طرز عمل کی بھی کتاب ایک تاریخ ہے ۔ ہمیں خوشی ہے ۔ کہ حضرت مفتی صاحب کی سوانح پر ایک ایسی کتاب سامنے آگئی جو سنجیدگی متانت ، تحقیق و استناد اور جامعیت کے لحاظ سے صاحب سوانح کے عظیم مقام و شخصیت کے شایان شان ہے ۔

(سمیع الحق)

قاعدہ تیسیر القرآن | از قاری محمد یعقوب ہزاروی جامعہ اسلامیہ صدر مارکیٹ ۔ راولپنڈی ۔ ۵۶ صفحات ۔ قیمت ۱/۲۵ روپیہ ـــــ قرآن پاک ناظرہ کو آسان کرنے والا نہایت ہی عمدہ پیرایہ میں جس سے قرأت کے ضروری قواعد بھی آسانی سے معلوم ہو سکتے ہیں ۔ ایک مشاق قاری کے قلم سے چالیس کار آمد تختیوں اور اہم قواعد پر مشتمل کتابچہ سکول کی ابتدائی کلاسوں میں شامل نصاب کرنے کا مستحق ہے ۔

مکتوبات اشرفیہ مؤلف: مولانا محمد شریف صاحب۔ صفحات: ۱۱۰ قیمت ۳/۵۰ روپے

ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ ہارون آباد بہاولنگر۔

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا الحاج القاری الحافظ محمد اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز کے کمالات علمیہ وعملیہ اور حکیمانہ کلمات ونصائح اور ان کی تربیت واصلاح اور طریقہ رشد وہدایت کی نظیر برصغیر پاک وہند میں نہیں ملتی، زیر نظر رسالہ مکتوبات اشرفیہ حکیم الامت کے ایک خلیفہ مولانا الحاج محمد شریف صاحب کا مجموعہ ہے۔ جس میں حضرۃ حکیم الامت قدس سرہٗ سے جامع کے ابتدائی تعلق اور پھر چند خطوط کا ذکر ہے جو حکیم الامۃ کیطرف سے ان کے نام آتے رہے۔ حکیم الامت نے ان کو کوئی تین صد خطوط لکھے جن میں سے یہ چند خطوط شامل رسالہ ہیں۔ ان کے علاوہ حضرۃ مولانا مفتی محمد حسن اور حضرت مولانا خیر محمد اور خواجہ عزیز الحسن اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہم اللہ تعالیٰ خلفاء حکیم الامۃ کے چند خطوط کا بھی ذکر ہے۔

رسالہ کے مطالعہ سے جامع کے خلوص، محبت اور عقیدت اور پھر حکیم الامت کے اصلاح و تربیت کی عجیب کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ حکیم الامت کے ارشادات دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر کوئی بھی نہیں رہ سکتا۔ ایک مرید اور شیخ کے تعلق اور حسن ادب اور افادے استفادے کا شاہکار ہے۔

(مولانا محمد حسن جان استاد دارالعلوم حقانیہ)

افادات ہارونی مصنف مولانا محمد ہارون صاحب، مدرس دارالعلوم حقانیہ۔ صفحات: ۵۲ قیمت -/۳ کاغذ سفید۔ ناشر: مکتبۂ تنظیم الاشاعت۔

یہ مختصر رسالہ منطق کے مشہور اور درسی ابتدائی رسالہ "الیساغوجی" کی شرح ہے، مصنف موصوف چونکہ علم منطق و فلسفہ کے ماہر اور دارالعلوم حقانیہ میں کافی عرصہ سے مدرس ہیں، اس لئے ان کی یہ شرح طالب علموں کے لئے بڑی مفید ہے۔ شرح پشتو زبان میں گویا ایک مفصل تقریر ہے۔ جس سے عبارت کی شرح اور اعتراضات وجوابات بہت سہل اور آسان اسلوب سے حل ہو جاتے ہیں۔ صرف پشتو جاننے والے اس شرح سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

فضائل علم مصنف مولانا حمید اللہ جان، ناشر: شعبۂ تصنیف دارالعلوم لکی مروت ضلع بنوں۔ صفحات: ۸۰ قیمت ۲/۵۰ روپے۔ کاغذ سفید عمدہ۔

علم کی فضیلت میں یہ رسالہ چند آیات اور احادیث اور اقوال مشائخ کا مجموعہ ہے۔ جس میں علم کی فضیلت، علماء کا مقام، اور ان کی تعظیم ظاہر کی گئی ہے۔ طالب علموں کے فائدہ کیلئے تحصیل علم کے آداب بھی شامل ہیں۔ عام مسلمانوں اور خصوصاً طالب علموں کے لئے بہت کارآمد ہے۔

- خان غازی کابلی۔ دہلی
- مولانا لطافت الرحمان بہاولپور
اور دیگر

حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی کے ہاں "الحق" کے اگست ۱۹۷۰ء کے شمارے کے نیاز حاصل ہوئے تو بہت سے پرانے دوستوں کی یادیں تازہ ہوئیں۔ حاجی محمد امین مجاہد ترنگ زئی کے مضمون کو پڑھ کر ارباب عبدالغفور سے تصور میں ملاقات ہوئی خدا جانے اب وہ زندہ ہیں یا "خدا گنج" کو سدھار گئے ہیں۔ حکیم عبدالسلام آف ہری پور ہزارہ کے مضمون "کابل کی مشکبار فضاؤں میں" کو بھی مشتاق کی نگاہوں سے مطالعہ کیا۔ اس میں مولانا ظفر علی خان کا شعر کتابت کی غلطی سے درست اور صحیح درج نہیں ہے۔ صحیح یوں ہے ؎

پاس خیبر بھی ہے اور اس میں علی مسجد بھی
دور کیوں جاتے ہو مرحب سے یہیں بات کرو

الحق میں مرحب کو مہرحب لکھا گیا ہے جو میرے خیال میں صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح ایک جگہ کابل کو قابل لکھا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پروف کو توجہ سے نہیں دیکھا جاتا۔

مولانا حکیم عبدالسلام صاحب کے مضمون میں ہی ۱۹۱۴ء میں جو ہندوستان کی عارضی آزاد حکومت قائم ہوئی تھی، اس کا ذکر اس انداز کے ساتھ کیا گیا کہ گویا یہ حکومت مولانا عبیداللہ سندھی نے قائم کی تھی، حالانکہ یہ درست نہیں۔ ۱۹۱۴ء میں براستہ ہرات مولانا برکت اللہ بھوپالی اور مہاراجہ مہندر پرتاپ نزنک مشاہیر کو بیکہ افغانستان میں وارد ہوتے تھے۔ اور انہوں نے ہی افغانستان میں سردار نصر اللہ خان کے مشورہ سے آزاد ہندوستان کی عارضی حکومت قائم کی تھی جس کے صدر مہاراجہ مہندر پرتاپ جو ابھی تک بقید حیات ہیں صدر اعظم مقرر ہوئے تھے۔ اور مولانا برکت اللہ صاحب وزیر خارجہ۔ اور جب کچھ عرصہ کے بعد مولانا عبیداللہ سندھی پہنچے تو انہیں وزارت داخلہ کا منصب پیش کر دیا گیا تھا۔ یہ بات تاریخی ہے، اس لئے تحریر ہے تاکہ آئندہ لکھنے والے اس سے غلط طور پر استفادہ نہ حاصل کر سکیں۔

الحق میں برادران ہزارہ کے لئے یہ شائع فرما کر شکر گذار کیجئے کہ وہ علی گوہر خان آف اگرور کے متعلق کچھ حالات الحق میں شائع کرا دیں۔ میرے پاس علی گوہر خان کا ایک پشتو اور اردو کا دیوان پڑا ہوا تھا۔ جو ۱۹۴۷ء

یں لاہور میں ضائع ہو گیا ہے۔ خان علی گوہر خان آف اگرور ایک مجاہد شخصیت تھے اور مدت تک انگریزوں نے انہیں حسن ابدال (پنجہ صاحب) میں نظر بند رکھا تھا۔ پشتو اور اردو کے اچھے شاعر تھے۔ اگر ان کے پشتو اور اردو شاعری کے نمونے اور ان کے مجاہدانہ حالات الحق کے ذریعے دنیا کے سامنے آجائیں تو یہ ایک بہت ہی اچھی بات اور خدمت ہوگی۔

تمام برادران سرحد کو سلام مسنون عرض کر دیں۔ مفتی عتیق الرحمان صاحب عثمانی اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی بھی سلام مسنون کہتے ہیں ——— ہاں، مولانا عبدالقیوم پوپلزئی، مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی اور مولانا لطف اللہ آف جہانگیرہ کس حال میں ہیں بہت یاد آتے ہیں۔

مخلص قدیم
خان غازی کابلی احراری
کوچہ رحمان دہلی ۶

عربی ام الالسنہ | مجلہ الحق میں جناب مضطر عباسی صاحب کا جو سلسلہ "جدید زبانوں کے عربی ماخذ" چل رہا ہے اس کے بارہ میں میرا تاثر تو یہ ہے کہ اگرچہ یہ کافی حد تک تکلف، غیر ضروری کھینچ تان اور تعریف و تعمیم کا ایک وسیع بین الالسنہ جال ہے تاہم سلسلۂ مضامین اپنی گہرائی اور گیرائی کے لحاظ سے عربی زبان کی وسعت مرکزیت اور اس کے ام الالسنہ ہونے پہ ایک محققانہ اور عالمانہ شاہکار ہے، جس کے لئے صاحب مضمون قابل داد و تحسین ہے۔ پھر مضمون کی متعدد اقساط میں میری نظر سے ایسی کوئی بات تو نہیں گزری ہے۔ کہ جس سے تمام زبانوں کو واحد زبان بنانا ہو اور اس طرح مختلف اہل زبان کے درمیان ترجمان کی ضرورت باقی نہ رہنے کا موقف اختیار کیا گیا ہو، بلکہ صاحب مضمون اس علمی تحقیق و جستجو سے اس کوشش میں ہیں کہ مختلف زبانوں کے بیشمار الفاظ کا اصل مادہ یعنی مبدا اشتقاق عربی زبان کا ہے۔ اور بعد میں متعلقہ لغات اور لہجوں کے تنوع سے وہ کچھ اور شکل و صورت اختیار کر گیا ہے۔ گویا صاحب مضمون نے بنیادی طور پر اکثر السنہ کے لئے عربی ہی کو سرچشمہ اور اصل الاصول قرار دیکر عنوان بالا قائم کر دیا ہے۔

اندریں حالات الحق مارچ ۱۹۷۰ء میں مولانا غلام مصطفیٰ صاحب بہاولپوری کی طرف سے "وحدت زبان یا وحدت ادیان" کا چکر سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ کیونکہ یہاں پہ ادیان کی وحدت و کثرت کلیتہً غیر متعلق چیز ہے۔ میں مولانا غلام مصطفیٰ صاحب سے خود ہی اس نیازمندانہ تنقید کا بالمشافہ ذکر کر لیتا مگر ایک تو ملاقات بہت ہی کم ہوتی ہے، دوسری بات یہ کہ الحق ہی کے صفحات پر چونکہ اصل مسئلہ چھڑ گیا ہے۔ اس وجہ سے میں نے بھی بذریعہ الحق اپنا عندیہ پیش کر لیا۔

دوسری بات یہ بھی عرض کر دوں کہ میں تقریباً تین ماہ گھر (رونیال سوات) میں رہ کر مورخہ ۲۶ ستمبر کو

بہاولپور واپس آیا ہوں یہاں آکر الحق کے ان چند شماروں کو یک بار مطالعہ کرنا پڑا جو آپ نے بھجوائے تھے۔ ان شماروں میں شفیق صاحب فاروقی کے قلم سے سنٹرل جیل ہری پور کی کہانی اور الحق کی طباعت و اشاعت کی راہ میں آپ کی مشکلات کی داستان ہے۔ چنانچہ پہلے انکشاف سے تو ایمان کو جلا ملی جب کہ اخبارات کی سطح پر یہ حقائق و دقائق سامنے نہیں آسکے تھے۔ اور دوسرے انکشاف سے یوں تو دکھ ہوا، لیکن ظاہر ہے کہ مجلہ الحق علم و معرفت، دین و سیاست، ادب و صحافت بلکہ اسلامی کلچر اور ثقافت کی جو عظیم اور قیمتی خدمات انجام دے رہا ہے اس کے زیر نظر شفیق صاحب کے متذکرہ مصائب و متاعب کا کوئی وزن نہیں ہو سکتا بلکہ یہ تو اڑتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے۔

مولانا لطافت الرحمان
استاذ جامعہ اسلامیہ، بہاولپور

دعائے مغفرت | مولانا قاضی مطلق اللہ صاحب کلیانی علاقہ بونیر ۲۴ر جولائی ۷۷ء کو وفات پا گئے، مرحوم والیٔ سوات کے زمانہ سے اب تک قضا کے منصب پر فائز تھے۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

(مولانا فضل الرحمان خریداری نمبر ۴۴۴)

میری والدہ ماجدہ طویل علالت کے بعد ۲۴ر رجب ۱۳۹۷ھ کو انتقال فرما گئی ہیں۔ آپ اور تمام قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

(محمد شفیق العباسی خطیب مسجد فردوس کالونی گولیمار کراچی)

مولانا محمد حیات کی وفات | تربت مکران بلوچستان کے مشہور عالم دین حضرت مولانا محمد حیات صاحب ایک سال کی طویل علالت کے بعد ۲۴ر رمضان المبارک بروز جمعۃ الوداع انتقال کر گئے۔ پچھلے سال الحق میں فرقہ ذکریہ پر ان کا ایک عالمانہ مقالہ بھی شائع ہوا تھا۔ موصوف الحق کے خاص مداح تھے۔ اس لئے قارئین سے ان کے رفع درجات کیلئے دعا کی اپیل کی جاتی ہے۔

(مولانا عبدالحق دار العلوم تربت مکران۔ بلوچستان)

مولانا احمد علی لاہوریؒ کی سوانح کیلئے مواد درکار ہے۔ دورِ حاضر کے ولی اللہ اور مجاہد جلیل مولانا احمد علی شیخ التفسیر لاہوری قدس سرہٗ کے شایانِ شان جامع اور مکمل سوانح اب تک تیار نہیں ہو سکی۔ اس تمنا کو لئے ہوئے احقر تمام اہلِ علم واقفین اور متوسلین شیخ التفسیرؒ سے ملتجی ہے کہ مجھے حضرت شیخ کی سوانح کے بارہ میں ان کی حیاتِ مبارکہ کے متعلق ہر قسم کی معلومات درکار ہیں۔ نیز حضرتؒ کے ہر قسم کے خطوط اور مکتوبات ان خطوط کے پس منظر حضرت کے ملفوظات غیر مطبوعہ مواعظ و تقاریر، روحانی عملیات و ظائف، کرامات، کسی کتاب یا رسالہ یا ادارہ کے بارہ میں حضرت کے تقاریظ و آراء سے جلد از جلد ممنون فرماویں۔ حضرتؒ کی تحریرات کے فوٹو اسٹیٹ یا اصل کاپی ارسال فرماویں جسے بحفاظت واپس کر دیا جائے گا۔ کسی کے پاس ٹیپ ریکارڈ میں حضرتؒ کی تقریر، درس یا گفتگو محفوظ ہو تو اس سے بھی مطلع فرماویں ـــــ امید ہے کہ ایک نابغہ عصر شخصیت کی جامع اور ہمہ پہلو سوانح کی جلد تکمیل میں تمام اہلِ علم اور حضرتؒ کے معتقدین مواد مہیّا فرمانے میں مدد فرماویں گے۔

(احقر احمد عبدالرحمان صدیقی فاضل حقانیہ۔ مکتبۂ حکمتِ اسلامیہ نوشہرہ صدر)

مولانا یوسف بنوریؒ کا مولد حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کا وطن اصلی پشاور ہے۔ مگر آپ کی ولادت پشاور میں نہیں (جیسا کہ عموماً تعزیتی مضامین میں لکھا جا رہا ہے۔) بلکہ موضع محبت آباد جو مردان اور رشکئی کے درمیان واقع ہے میں ہوئی۔ ان دنوں آپ کے والد ماجد مرحوم اس گاؤں میں مقیم تھے۔

(خلیل احمد متعلم دارالعلوم حقانیہ ساکن محبت آباد)

ذکریوں کا قبولِ اسلام الحمدللہ کہ ذکری فرقہ کے ایک باثر شخص جناب عبدالغفور صاحب عرف سوبھر نے اپنے بیوی بچوں سمیت جامع مسجد میں جمعہ کے دن قبولیّتِ اسلام کا اعلان فرمایا۔ اس کے بعد ذکری لوگوں کے ہاتھوں آپ سخت آزمائش اور ابتلاء کے مراحل سے گذر رہے ہیں۔ ایک دفعہ انہیں سازش سے قبرستان شیر شاہ کالونی کراچی سے جا کر قتل کرنے کی سعی کی گئی۔ مگر حق تعالیٰ نے ان کی اس سازش کو ناکام بنا دیا جس سے عبدالغفور صاحب کا ایمان اور بھی پختہ ہو گیا۔

(عبدالمجید۔ کراچی)

احوال وکوائف

دارالعلوم حقانیہ

مجلس شوریٰ دارالعلوم حقانیہ کا بجٹ اجلاس

دارالعلوم حقانیہ کی مجلس شوریٰ نے اپنے سالانہ بجٹ اجلاس میں دارالعلوم حقانیہ کے سالِ رواں کے دوران تعلیمی تعمیری اور انتظامی ضروریات پر پانچ لاکھ تہتر ہزار نوسو سینتیس روپے خرچ کرنے کی منظوری دی۔ سالانہ اجلاس میں کافی ارکانِ شوریٰ نے شمولیت کی۔ اجلاس جو دارالحدیث میں منعقد ہوا حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ کے افتتاحی خطاب سے شروع ہوا۔ مولانا مدظلہٗ نے اپنی تقریر میں موجودہ نازک حالات میں اسلامی علوم کی فروغ و اشاعت کی اہمیت اور اسلامی نظام کے نفاذ پر مفصل روشنی ڈالی۔ آپ نے ملک و بیرونِ ملک ان تمام اہلِ خیر مسلمانوں کا شکریہ ادا کیا جو دارالعلوم حقانیہ کے ترقی پذیر شعبوں میں امداد کر رہے ہیں۔ اس کے بعد مولانا سمیع الحق صاحب نے سال گذشتہ کی مدات آمد و خرچ اور نئے سال کے لئے ایک مفصل میزانیہ پیش کیا جس میں دارالعلوم کے تعلیمی، تعمیری، تبلیغی، تصنیفی اور اشاعتی شعبوں کا تعارف کیا گیا تھا۔ آپ نے واضح کیا کہ پچھلے سال دارالعلوم کو مختلف مدات سے پانچ لاکھ بیالیس ہزار ایک سو ایک روپے کی آمدنی ہوئی۔ اور چار لاکھ چوالیس ہزار آٹھ سو روپے خرچ ہوئے۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے بجٹ میں منظور شدہ تخمینی مصارف کے تفاوت کمی و بیشی اور اس کے وجوہات پر بھی روشنی ڈالی۔ سالِ رواں کے لئے پیش کردہ بجٹ پانچ لاکھ تہتر ہزار نوسو سینتیس روپے میں آمدنی کے لحاظ سے اگرچہ ایک لاکھ چھتیس ہزار چھ سو سات روپے تریاسی پیسے کا خسارہ تھا۔ مگر ارکان شوریٰ نے توکلاً علی اللہ متوقع آمدنی کے پیشِ نظر میزانیہ کی منظوری دی۔ ارکان کو بتایا گیا کہ اسی سال زیرِ تعلیم طلبہ کی تعداد پچھلے تمام سالوں سے بڑھ کر ہے۔ صرف دورۂ حدیث کے شرکاء کی تعداد تقریباً ایک سو ستر ہے۔ پچھلے سال کئی تعمیری منصوبے بھی مکمل ہو چکے ہیں، اور کچھ زیرِ تکمیل ہیں۔ اجلاس میں دارالعلوم کے مزید پانچ سو طلبہ کے لئے ایک ہوسٹل اور لائبریری کی عمارت کی فوری ضرورت کا اظہار کیا گیا۔ اور ملک کے اہلِ خیر کو توجہ دلائی گئی۔ اجلاس کے اختتام میں مجلسِ شوریٰ نے ایک قرارداد کے ذریعہ حضرۃ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری، حضرۃ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور دارالعلوم کے متعلقین اور بعض اراکین کی وفات پر دعائے مغفرت کی گئی۔ اجلاس میں بعض اراکین نے دارالعلوم کی ایک جامع تاریخ مرتب کرنے اور وسیع خدمات کی مختلف زبانوں میں اشاعت پر زور دیا۔ (نقشہ میزانیہ اور اخراجات منسلک ہے)

نقشہ میزانیہ دارالعلوم حقانیہ

برائے سال رواں ۱۳۹۷ھ واخراجات ۱۳۹۶ھ

(میزانیہ : پانچ لاکھ تہتر ہزار نوسو پینتیس ۔)

مدات	اخراجات ۱۳۹۶ھ		میزانیہ ۱۳۹۷ھ	
تبلیغ	۱,۳۹,۲۲۰ روپے	۹۵	۱,۴۴,۰۰۰ روپے	۰۰
ڈاک	۱,۹۸۳	۴۵	۲,۰۰۰	۰۰
نقدامداد	۲۶۰	۴۵	۳۵۰	۰۰
کرایہ مکانات	۱۹۸	۰۰	۲۰۰	۰۰
روشنی وفٹنگ	۸,۶۹۳	۲۶	۹,۵۰۰	۰۰
صابن	۲,۷۷۵	۴۱	۲,۷۰۰	۰۰
رسائل واخبارات	۴۹۴	۷۵	۶۰۰	۰۰
اشاعت	۱,۲۸۴	۹۰	۱,۰۰۰	۰۰
امتحانات	۴۹۲	۰۰	۹۵۰	۰۰
کتب خرید ومرمت	۲,۸۸۶	۷۴	۳,۵۰۰	۰۰
باغیچہ	۶۵	۲۵	۱۵۰	۰۰
سفارت	۵۱,۸۵۲	۹۳	۳۰,۰۰۰	۰۰
سٹیشنری	۱,۱۹۲	۲۲	۱,۶۰۰	۰۰
تنخواہ معہ الاؤنس	۱,۰۱,۳۶۱	۳۹	۱,۲۹,۰۰۰	۰۰
تعلیم القرآن	۲۸,۶۹۲	۴۴	۳۲,۰۰۰	۰۰
مرمت واٹر پمپ	۲۰	۰۰	۱۰۰	۰۰
سامان خرید ومرمت	۳,۰۹۹	۶۹	۴,۵۰۰	۰۰
فرنیچر	۲,۵۴۷	۸۵	۲,۵۵۰	۰۰
آب رسانی	۱۶۳	۲۵	۱۵۰	۰۰
متفرق	۷۳۳	۷۵	۱,۰۰۰	۰۰
ٹیلیفون	۳۸۸	۳۴	۱,۳۰۰	۰۰
بنک کمیشن	۲۵	۲۰	۷۰	۰۰
آڈٹ	۱۶۰	۰۰	۲۵۰	۰۰
فیس وفاق			۴۱۵	۰۰
لاؤڈسپیکر	۲۱۳	۷۵		
درس ریکارڈ	۳۲۸	۰۰	۱۵۰	۰۰
تنظیم الفضلاء	۲۰۲	۵۰		
ماہنامہ الحق	۴۴,۲۸۶	۳۱	۵۰,۰۰۰	۰۰
مرمت تعمیرات	۴,۵۸۴	۱۴	۵,۵۰۰	۰۰
تعمیر دارالافتاء وغیرہ	۴۰,۵۶۱	۱۶	۵۵,۰۰۰	۰۰
تعمیر کتب خانہ ودفاتر وغیرہ	۵,۲۳۰	۰۰		
تعمیر مہمان خانہ	۸۰۰	۰۰		
فیس انتقال زمین	۲	۵۰		
میزان	۴,۴۴,۸۰۰	۸۸	۵,۷۳,۹۳۵	۰۰

فوّارہ مارکہ

اعلیٰ قسم کا

سُوتی دھاگہ

سنگل اور فولڈڈ

۱۰ کاؤنٹ سے ۴۰ کاؤنٹ تک

ہینکس کے علاوہ کونز پر بھی دستیاب ہے

تیار کنندگان:
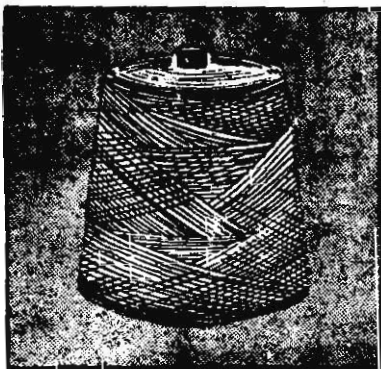
ڈی۔ایم۔ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

رجسٹرڈ آفس: ۱۱۹ - کاٹن ایکسچینج بلڈنگ — پوسٹ بکس نمبر ۴۱۱۵ — کراچی

تار کا پتہ: DOSTCOT — فون - ۲۲۱۳۳۰ - ۲۲۳۹۱۳

ملز: سٹی چھاؤنی — پوسٹ بکس ۵۲ — راولپنڈی

تار کا پتہ: FINETEX — فون - ۲۵۰۰۰ - ۶۶۹۳۲ - ۶۲۷۵۵

REGISTERED TRADE MARK

سنفورائزڈ پارچہ جات

سکڑنے سے محفوظ

۲۰ ایس سے ۸۰ ایس کی سوت کی

اعلیٰ بناوٹ

گل احمد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

ستار چیمبرز
۲۹ — ویسٹ وہارف کراچی

ٹیلیفون
۲۳۳۹۹۲ ، ۲۳۸۷۰۵
۲۲۵۵۳۹

تار کا پتہ
آباد ملز

لند ہمّت
وانوں کی پسند
جَالا ڈینِم
ور
دف شرٹِنگ
وط و دیرپا اُجالا واش اینڈ ویَر ڈینِم
شمار رنگوں میں لیجئے۔
ف شرٹنگ بہت سے پکے رنگوں میں
یاب ہے۔
دل جوانوں کا ذوقِ زیبائش
جنکے دَم سے رونق اور چہل پہل ہے۔
MADE OF
Toray
TETORON
POLYESTER FIBER
فاروق ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

MFTM-5-77